اخلاق واوصاف نبوی ﷺ

از

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

ناشر

شعبۂ دعوت وارشاد

ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، لکھنؤ

اخلاق واوصاف نبوی ﷺ

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

صفحات	۸۰
تعداد	دو ہزار
سن اشاعت	ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ / جنوری ۲۰۰۷ء
قیمت	دس روپئے
ناشر	شعبۂ دعوت وارشاد، ندوۃ العلماء، ٹیگور مارگ، پوسٹ بکس/ ۹۳، لکھنؤ

فہرست کتاب

پیش لفظ

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْن وَ الصَّلوٰةُ وَ السَّلَامُ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ أَجْمَعِیْن. أَمَّا بَعْدُ!

رسول اللہ ﷺ کی مبارک زندگی ہر انسان کے لیے نمونہ ہے، زندگی کے ہر شعبہ اور گوشہ میں اس سے رہنمائی اور ہدایت ملتی ہے، گھریلو معاملات ہوں یا سماج سے تعلق رکھنے والے امور ہوں، آپ ﷺ کی حیات طیبہ ان کے لیے روشن مینار کی حیثیت رکھتی ہے، جس سے زندگی کے صحیح راستہ پر چلنے والے اپنی منزل حاصل کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ نے سیرت طیبہ پر نہایت دلنشین انداز میں ''نبی رحمت'' کے نام سے کتاب لکھی تھی جو مقبول خاص و عام ہوئی، جس میں سیرت طیبہ کے تمام گوشوں پر روشنی ڈالی گئی تھی، اس کا آخری باب ''اخلاق و اوصاف نبوی'' کے نام سے ہے اس باب کو علیحدہ کتابی شکل میں شعبۂ دعوت و ارشاد، ندوۃ العلماء کی طرف سے شائع کیا جا رہا ہے تا کہ اس کا فائدہ زیادہ سے زیادہ عام ہو، اخیر میں حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ کا ''ہدیۂ درود و سلام'' مزید فائدہ کے لیے شامل کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور اس کے فائدہ کو عام فرمائے، آمین۔

محمد حمزہ حسنی ندوی

۲۷/ ذی الحجہ ۱۴۲۷ھ　　　　ناظر عام ندوۃ العلماء، لکھنؤ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اخلاق واوصاف نبوی ﷺ

(اللہ کے رسول حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے اخلاق عالیہ، اوصاف کریمہ اور حلیۂ مبارک)

رسول اللہ ﷺ کے اخلاق عالیہ، اوصاف کریمہ اور خصائل شریفہ کا ذکر ہند بن ابی ہالہؓ نے (جو ام المؤمنین حضرت خدیجہؓ کے فرزند اور حضرت حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے ماموں ہیں، بہت جامع اور بلیغ انداز میں کیا ہے، ان کے الفاظ یہ ہیں:

"رسول اللہ ﷺ ہر وقت آخرت کی فکر میں اور امور آخرت کی سوچ میں رہتے، اس کا ایک تسلسل قائم تھا کہ کسی وقت آپ ﷺ کو چین نہیں ہوتا تھا، اکثر طویل سکوت اختیار فرماتے، بلاضرورت کلام نہ فرماتے، گفتگو کا آغاز فرماتے تو دہن مبارک سے اچھی طرح الفاظ ادا فرماتے [1]، اور اسی طرح اختتام فرماتے، آپ ﷺ کی گفتگو اور بیان

(۱) یعنی متکبروں کی طرح بے توجہی و بے نیازی کے ساتھ ادھ کٹے الفاظ استعمال نہ کرتے۔

بہت صاف، واضح اور دوٹوک ہوتا، نہ اس میں غیر ضروری طوالت ہوتی نہ زیادہ اختصار، آپ ﷺ نرم مزاج و نرم گفتار تھے، دُرشت خو اور بے مروّت نہ تھے، نہ کسی کی اہانت کرتے تھے، اور نہ اپنے لیے اہانت پسند کرتے تھے[1] نعمت کی بڑی قدر کرتے اور اس کو بہت زیادہ جانتے، خواہ کتنی ہی قلیل ہو، (کہ آسانی سے نظر بھی نہ آئے) اور اس کی برائی نہ فرماتے، کھانے پینے کی چیزوں کی برائی کرتے نہ تعریف، دنیا اور دنیا سے متعلق جو بھی چیز ہوتی، اس پر آپ کو کبھی غصہ نہ آتا، لیکن جب خدا کے کسی حق کو پامال کیا جاتا تو اس وقت آپ ﷺ کے جلال کے سامنے کوئی چیز ٹھہر نہ سکتی تھی، یہاں تک کہ آپ ﷺ اس کا بدلہ لے لیتے، آپ ﷺ کو اپنی ذات کے لیے نہ غصہ آتا نہ اس کے لیے انتقام لیتے، جب اشارہ فرماتے تو پورے ہاتھ کے ساتھ اشارہ فرماتے، جب کسی امر پر تعجب فرماتے تو اس کو پلٹ دیتے، گفتگو کرتے وقت داہنے ہاتھ کی ہتھیلی کو بائیں ہاتھ کے انگوٹھے سے ملاتے، غصہ اور ناگواری کی

(۱) یہاں "المھین" کا لفظ آیا ہے جو میم کے پیش اور زبر دونوں کے ساتھ پڑھا جاسکتا ہے، اگر مُہین مراد لیا جائے تو اس کے معنی یہ ہوں گے کہ کسی کی اہانت آپؐ نہ فرماتے تھے، اور اگر مَہین ہو تو اس سے مراد یہ ہوگی کہ آپؐ اپنے لیے ذلت اور پستی پسند نہ فرماتے تھے، مطلب یہ ہے کہ نہ درشت خو تھے، نہ کمزور طبیعت کے مالک تھے کہ ہر چیز گوارا فرما لیتے بلکہ ہیبت و رعب اور جلال و وقار کے مختلف پہلوؤں کے جامع تھے۔

بات ہوتی تو روئے انور اس طرف سے بالکل پھیر لیتے اور اعراض فرما لیتے، خوش ہوتے تو نظریں جھکا لیتے، آپ ﷺ کا ہنسنا زیادہ تر تبسم تھا، جس سے صرف آپ ﷺ کے دندان مبارک جو بارش کے اولوں کی طرح پاک وشفاف تھے، ظاہر ہوتے۔''

حضرت علی کرّم اللہ وجہہ جو فرد خاندان تھے، اور جن کو علم و واقفیت کے بہترین ذرائع اور مواقع حاصل تھے، اور جن کی نظر نفسیات انسانی اور اخلاق کی باریکیوں پر بہت گہری تھی، قریب ترین اشخاص میں تھے، اور اسی کے ساتھ وصف و بیان اور منظر کشی میں بھی آپ رضی اللہ عنہ کو سب سے زیادہ قدرت تھی، آپ ﷺ کے ''خلق عظیم'' کے متعلق یہ کہتے ہیں:

''آپ ﷺ طبعاً بدکلامی اور بے حیائی اور بے شرمی سے دور تھے، اور تکلفاً بھی ایسی کوئی بات آپ ﷺ سے سرزد نہیں ہوتی تھی، بازاروں میں آپ ﷺ کبھی آواز بلند نہ فرماتے، برائی کا بدلہ برائی سے نہ دیتے، بلکہ عفو و درگذر کا معاملہ فرماتے، آپ ﷺ نے کسی پر کبھی دست درازی نہیں فرمائی، سوائے اس کے کہ جہاد فی سبیل اللہ کا موقع ہو، کسی خادم یا عورت پر آپ ﷺ نے کبھی ہاتھ نہیں اٹھایا، میں نے آپ ﷺ کو کسی ظلم و زیادتی کا انتقام لیتے ہوئے بھی نہیں دیکھا، جب تک کہ

اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ حدود کی خلاف ورزی نہ ہو اور اس کی حرمت و ناموس پر آنچ نہ آئے، ہاں اگر اللہ تعالیٰ کے کسی حکم کو پامال کیا جاتا اور اس کے ناموس پر حرف آتا تو آپ ﷺ اس کے لیے ہر شخص سے زیادہ غصہ ہوتے، دو چیزیں سامنے ہوتیں تو ہمیشہ آسان چیز کا آپ ﷺ انتخاب فرماتے، جب اپنے دولت خانہ پر تشریف لاتے تو عام انسانوں کی طرح نظر آتے، اپنے کپڑوں کو صاف کرتے، بکری کا دودھ دوہتے، اور اپنی سب ضرورتیں خود انجام دیتے۔

اپنی زبان مبارک محفوظ رکھتے، اور صرف اسی چیز کے لیے کھولتے جس سے آپ ﷺ کو کچھ سروکار ہوتا، لوگوں کی دلداری فرماتے، اور ان کو متنفر نہ کرتے، کسی قوم و برادری کا معزز شخص آتا تو اس کے ساتھ اکرام واعزاز کا معاملہ فرماتے، اور اس کو اچھے اور اعلیٰ عہدہ پر مقرر کرتے، لوگوں کے بارے میں محتاط تبصرہ کرتے، بغیر اس کے کہ اپنی بشاشت اور اخلاق سے ان کو محروم فرمائیں، اپنے اصحاب کے حالات میں برابر خبر رکھتے، لوگوں سے لوگوں کے معاملات کے بارے میں دریافت کرتے رہتے۔

اچھی بات کی اچھائی بیان کرتے اور اس کو قوت پہنچاتے،

بری بات کی برائی کرتے اور اس کو کمزور کرتے، آپ ﷺ کا معاملہ معتدل اور یکساں تھا، اس میں تغیر و تبدل نہیں ہوتا تھا، آپ کسی بات سے غفلت نہ فرماتے تھے، اس ڈر سے کہ کہیں دوسرے لوگ بھی غافل ہونے لگیں اور اکتا جائیں، ہر حال میں اور ہر موقع کے لیے آپ ﷺ کے پاس اس حال کے مطابق ضروری سامان تھا، نہ حق کے معاملہ میں کوتاہی فرماتے نہ حد سے آگے بڑھتے، آپ ﷺ کے قریب جو لوگ رہتے تھے وہ سب سے اچھے اور منتخب ہوتے تھے، آپ ﷺ کی نگاہ میں سب سے زیادہ افضل وہ تھا جس کی خیر خواہی اور اخلاق عام ہو، سب سے زیادہ قدر و منزلت اس کی تھی، جو غمخواری و ہمدردی اور دوسروں کی مدد اور معاونت میں سب سے آگے ہو، خدا کا ذکر کرتے ہوئے کھڑے ہوتے، اور خدا کا ذکر کرتے ہوئے بیٹھتے، جب کہیں تشریف لے جاتے تو جہاں مجلس ختم ہوتی اسی جگہ تشریف رکھتے، اس کا حکم بھی فرماتے، اپنے حاضرین مجلس اور ہم نشینوں میں ہر شخص کو (اپنی توجہ اور التفات میں) پورا حصہ دیتے، آپ کا شریک مجلس یہ سمجھتا کہ اس سے بڑھ کر آپ ﷺ کی نگاہ میں کوئی اور نہیں ہے، اگر کوئی شخص آپ ﷺ کو کسی غرض سے بٹھا لیتا یا کسی ضرورت میں آپ ﷺ سے گفتگو کرتا تو

نہایت صبر و سکون سے اس کی پوری بات سنتے، یہاں تک کہ وہ خود ہی اپنی بات کر کے رخصت ہوتا، اگر کوئی شخص آپ سے کچھ سوال کرتا اور کچھ مدد چاہتا تو بلا اس کی ضرورت پوری کیے واپس نہ فرماتے یا کم از کم نرم و شیریں لہجہ میں جواب دیتے، آپ ﷺ کا حسن اخلاق تمام لوگوں کے لیے وسیع اور عام تھا، اور آپ ﷺ ان کے حق میں باپ ہو گئے تھے، تمام لوگ حق کے معاملہ میں آپ ﷺ کی نظر میں برابر تھے، آپ ﷺ کی مجلس، علم و معرفت، حیاء و شرم اور صبر و امانتداری کی مجلس تھی، نہ اس میں آوازیں بلند ہوتی تھیں، نہ کسی کے عیوب بیان کیے جاتے تھے، نہ کسی کی عزت و ناموس پر حملہ ہوتا نہ کمزوریوں کی تشہیر کی جاتی تھی، سب ایک دوسرے کے مساوی تھے، اور صرف تقویٰ کے لحاظ سے ان کو ایک دوسرے پر فضیلت حاصل ہوتی تھی، اس میں لوگ بڑوں کا احترام اور چھوٹوں کے ساتھ رحمدلی و شفقت کا معاملہ کرتے تھے، حاجتمند کو اپنے اوپر ترجیح دیتے تھے، مسافر اور نو وارد کی حفاظت کرتے اور اس کا خیال رکھتے تھے۔"

حضرت علی رضی اللہ عنہ مزید فرماتے ہیں:

آپ ﷺ ہمہ وقت کشادہ رو اور انبساط و بشاشت کے ساتھ

رہتے تھے، بہت نرم اخلاق اور نرم پہلو[1] تھے، نہ سخت طبیعت کے تھے نہ سخت بات کہنے کے عادی، نہ چلّا کر بولنے والے، نہ عامیانہ اور فضول بات کرنے والے، نہ کسی کو عیب لگانے والے نہ تنگ دل بخیل، جو بات آپ ﷺ کو پسند نہ ہوتی اس سے تغافل فرماتے (یعنی اس کو نظر انداز کر دیتے اور گرفت نہ فرماتے) اور صراحتاً اس سے مایوس بھی نہ فرماتے، اور اس کا جواب بھی نہ دیتے، تین باتوں سے آپ ﷺ نے اپنے آپ کو بچا رکھا تھا: ۱- نہ کسی کی برائی کرتے، ۲- نہ اس کو عیب لگاتے، ۳- اور نہ اس کی کمزوریوں اور پوشیدہ باتوں کے پیچھے پڑتے تھے، صرف وہ کلام فرماتے تھے جس پر ثواب کی امید ہوتی تھی، جب گفتگو کرتے تھے تو شرکاءِ مجلس ادب سے اس طرح سر جھکا لیتے تھے کہ معلوم ہوتا تھا کہ ان سب کے سروں پر چڑیاں بیٹھی ہوئی ہیں[2]، جب آپ ﷺ خاموش ہوتے تب یہ لوگ بات کرتے، آپ ﷺ کے سامنے کبھی نزاع نہ کرتے، اگر آپ ﷺ کی مجلس میں کوئی شخص گفتگو کرتا

(۱) یعنی جلد مہربان ہو جانے والے، بہت لطف و کرم والے، اور بہت آسانی سے درگذر کرنے والے تھے، یہ بھی آتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کسی سے نزاع نہیں فرماتے تھے، ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد سکون و وقار اور خشوع و خضوع ہے۔

(۲) یعنی بے حس و حرکت، کہ کہیں جنبش سے چڑیاں نہ اُڑ جائیں۔

تو بقیہ سب لوگ خاموشی سے سنتے یہاں تک کہ وہ اپنی بات ختم کر لیتا، آپ ﷺ کے سامنے ہر شخص کی گفتگو کا وہی درجہ ہوتا جو ان کے پہلے آدمی کا ہوتا (کہ پورے اطمینان سے اپنی بات کہنے کا موقع ملتا، اور اسی قدر دانی اور اطمینان کے ساتھ اسے سنا جاتا) جس بات سے سب لوگ ہنستے اس پر آپ ﷺ بھی ہنستے، جس سے سب تعجب کا اظہار کرتے آپ ﷺ بھی تعجب فرماتے، مسافر اور پردیسی کی بے تمیزی اور ہر طرح کے سوال کو صبر و تحمل کے ساتھ سنتے، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے اصحاب کرام ایسے لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیتے (تا کہ آپ ﷺ پر کوئی بار نہ ہو) آپ ﷺ فرماتے تھے کہ "تم کسی حاجتمند کو پاؤ تو اس کی مدد کرو۔" آپ ﷺ مدح و تعریف اسی شخص کی قبول فرماتے جو حد اعتدال میں رہتا، کسی کی گفتگو کے دوران کلام نہ فرماتے اور اس کی بات کبھی نہ کاٹتے، ہاں اگر وہ حد سے بڑھنے لگتا تو اس کو منع فرما دیتے یا مجلس سے اٹھ کر اس کی بات قطع فرما دیتے۔

آپ ﷺ سب سے زیادہ فراخ دل، کشادہ قلب، راست گفتار، نرم طبیعت اور معاشرت و معاملات میں نہایت درجہ کریم تھے، جو پہلی بار آپ ﷺ کو دیکھتا تو مرعوب ہو جاتا، آپ ﷺ کی صحبت میں رہتا

اور جان پہچان حاصل ہوتی تو آپ ﷺ کا فریفتہ اور دلدادہ ہو جاتا، آپ ﷺ کا ذکر خیر کرنے والا کہتا ہے کہ "نہ آپ ﷺ سے قبل میں نے آپ جیسا کوئی شخص دیکھا نہ آپ ﷺ کے بعد، صلی اللہ علیہ وسلم (۱)"۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی (ﷺ) کو لباس جمال وکمال سے آراستہ فرمایا تھا، اور آپ ﷺ کو محبت و دلکشی اور رعب وہیبت کا حسین و جمیل پیکر بنایا تھا، حضرت ہند بن ابی ہالہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

"آپ ﷺ بہت خوددار اور باوقار اور شان وشوکت کے حامل تھے، اور دوسروں کی نگاہ میں بھی نہایت پرشکوہ، آپ ﷺ کا روئے انور چودھویں رات کے چاند کی طرح دمکتا تھا (۲)"۔

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں:

"رسول اللہ ﷺ میانہ قد تھے، میں نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ سرخ قبا میں دیکھا، اس سے اچھی کوئی چیز میں نے کبھی نہیں دیکھی (۳)"۔

(۱) اقتباس از شمائل ترمذی۔
(۲) سیدنا حسن بروایت ہند بن ابی ہالہ (شمائل ترمذی)۔
(۳) متفق علیہ۔

حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ''آپ ﷺ میانہ قد تھے، طول کی طرف کسی قدر مائل، رنگ نہایت گورا، ریش مبارک کے بال سیاہ، دہانہ نہایت متناسب اور حسین، آنکھوں کی پلکیں دراز چوڑے شانے'' آخر میں کہتے ہیں کہ ''میں نے آپ ﷺ جیسا آپ ﷺ کے پہلے یا آپ ﷺ کے بعد کبھی نہیں دیکھا(۱)۔''

حضرت انس ﷛ راوی ہیں کہ ''میں نے حریر و دیباج کو بھی آپ ﷺ کے دست مبارک سے زیادہ نرم نہیں پایا، نہ آپ ﷺ کی خوشبو سے بڑھ کر کوئی خوشبو سونگھی (۲)۔''

اللہ تعالیٰ سے تعلق

باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو اپنی رسالت، محبوبیت اور حسن انتخاب سے نوازا تھا، اور آپ ﷺ کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرمادیئے تھے، آپ عبادت میں سب سے زیادہ کوشاں اور اس کے سب سے زیادہ شائق اور مشتاق تھے۔

حضرت مغیرہ بن شعبہ ﷛ کہتے ہیں کہ ''ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ

(۱) الأدب المفرد للبخاری باب اذا التفت التفت جمیعا۔

(۲) متفق علیہ (البخاری فی کتاب المناقب باب صفۃ النبیؐ فی کتاب الفضائل)۔

نماز (نفل) میں اتنی دیر تک کھڑے رہے کہ آپ کے قدم مبارک پر ورم آ گیا، عرض کیا گیا کہ آپ کے تو اگلے پچھلے گناہوں کی معافی ہو چکی ہے، یہ سن کر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ کیا میں خدا کا شکر گذار بندہ نہ بنوں"۔ (۱)

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے قرآن کی ایک آیت میں پوری رات گذار دی (۲)"۔ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوئے اور ایک آیت میں صبح کر دی، وہ آیت یہ تھی:

﴿إِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَإِنَّهُمْ عِبَادُكَ وَإِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَإِنَّكَ أَنْتَ الْعَزِيزُ الْحَكِيمُ.﴾ (۳) (المائدة-۱۱۸)

(اگر تو ان کو عذاب دے تو بیشک وہ تیرے بندے ہیں اور اگر معاف فرما دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے۔)

حضرت عائشہؓ یہ بھی روایت فرماتی ہیں کہ "آپ ﷺ جب

---

(۱) اس روایت کو امام بخاری نے سورہ فتح کی تفسیر میں اور امام مسلم، ترمذی اور نسائی نے "باب احیاء اللیل" میں نقل کیا ہے۔

(۲) ترمذی۔

(۳) نسائی نے اس کو "باب تردید الآیة" میں اور ابن ماجہ نے "باب ما جاء فی القراءة باللیل" میں درج کیا ہے۔

روزے رکھتے تو اس کی کثرت دیکھ کر ہم لوگ کہتے کہ اب شاید آپ ہمیشہ روزہ ہی سے رہیں گے، جب روزہ سے نہ ہوتے تو ہم سوچتے کہ شاید اب آپ روزہ نہ رکھیں گے[۱]۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں "اگر کوئی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو قیام لیل میں مشغول دیکھنا چاہتا تو دیکھ سکتا تھا، اور اسی طرح نیند کی حالت میں دیکھنا چاہتا تو بھی دیکھ سکتا تھا[۲]۔"

حضرت عبداللہ بن الشخّیر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز میں مصروف ہیں، اور گریہ کی وجہ سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینۂ مبارک سے ایسی آواز نکل رہی ہے جیسے دیگچی ابل رہی ہو[۳]۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو نماز کے سوا کسی اور چیز سے تسلی نہ ہوتی تھی، اور معلوم ہوتا تھا کہ نماز کے بعد بھی آپ نماز کے مشتاق اور منتظر ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے تھے: "جُعِلَ قُرَّةُ عَيْنِي فِي الصَّلَاةِ" (میری آنکھ کی ٹھنڈک نماز میں رکھی گئی ہے)۔

---

(۱) یہ سب نفلی روزوں کے متعلق ہے۔

(۲) صحیح البخاری، باب قیام النبیؐ ونومه، کتاب التهجد.

(۳) شمائل ترمذی۔

صحابہ کرامؓ کا بیان ہے کہ ''جب کوئی پریشانی کی بات درپیش ہوتی تو آپ ﷺ بے ساختہ نماز کی طرف متوجہ ہوجاتے (۱)۔''

حضرت ابوالدرداءؓ راوی ہیں کہ ''جب کبھی رات کو تیز ہوائیں چلتیں تو آپ ﷺ مسجد میں پناہ لیتے یہاں تک کہ ہوا تھم جاتی، اگر فلک میں کوئی تغیر مثلاً سورج گرہن یا چاند گرہن رونما ہوتا تو آپ ﷺ نماز کی طرف رجوع فرماتے اور اس سے پناہ حاصل کرتے یہاں تک کہ گرہن ختم ہوجاتا اور مطلع صاف ہوجاتا (۲)۔'' آپ ﷺ نماز کے ہر وقت مشتاق رہتے اور اس کے بغیر آپ ﷺ کو اطمینان وسکون حاصل نہ ہوتا، اور جب تک نماز پڑھ نہ لیتے آپ ﷺ کی بے کلی اور بے چینی برقرار رہتی، کبھی آپ ﷺ اپنے مؤذن حضرت بلال سے ارشاد فرماتے:

''بلال نماز کا اہتمام کرو، اور ہمارے سکون کا سامان کرو (۳)۔''

آپ ﷺ کی نگاہ میں دنیا کی حیثیت اور اس سے آپ ﷺ کی بے رغبتی

جہاں تک درہم ودینار اور دنیا کے مال ومتاع کا تعلق ہے،

(۱) ابوداؤد۔ (۲) طبرانی۔

(۳) أبو داؤد، كتاب الأدب، باب في صلاة العتمة.

الفاظ کا بڑے سے بڑا ذخیرہ اور اعلیٰ درجہ کی قادرالکلامی بھی آپ ﷺ کی نگاہ میں اس کی صحیح حیثیت کو پوری طرح بیان نہیں کر سکتی، اس لئے کہ آپ ﷺ کے ایمانی اور ربانی مدرسہ کے بوریہ نشین، اور عرب وعجم میں ان کے شاگردوں کے شاگرد اور خوشہ چیں بھی درہم ودینار کو خزف ریزوں اور ٹھیکروں سے زیادہ وقعت نہیں دیتے تھے، اور ان کی زاہدانہ زندگی، متاع دنیا کی بے وقعتی دوسروں پر اپنا مال خرچ کرنے کا شوق اور ان کو اپنے اوپر ترجیح دینے کا ذوق، قدر کفاف پر قناعت، اور شان بے نیازی واستغنا کے جو واقعات تاریخی طور پر ثابت ہیں، ان سے عقل انسانی حیران ہو جاتی ہے (۱)، جب آپ ﷺ کے غلاموں کے غلاموں کا یہ حال ہے تو اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ خود بدولت صلی اللہ علیہ وسلم جو ان سب کے امام ورہنما اور ہر خیر وصلاح اور فضیلت وتقویٰ میں ان کے مربی اور معلم تھے، ان کا حال اس معاملہ میں کیا ہوگا؟

اس لیے اس سلسلے میں ہم صرف ان چند روایات کا ذکر کرتے ہیں جو صحابہ کرام کی زبان سے ہم تک پہنچی ہیں، اس لیے کہ واقعات سے بڑھ کر کوئی چیز مؤثر نہیں، اور ان سے زیادہ صحیح اور بلیغ

(۱) اس موضوع پر تفصیلی مطالعہ کے لیے حضرت عبداللہ بن المبارک کی ''کتاب الزہد''، ابن الجوزی کی ''صفۃ الصفوۃ'' اور ابو نعیم کی ''حلیۃ الأولیاء'' کا مطالعہ مفید ہوگا۔

ترجمانی کسی عبارت آرائی سے نہیں ہوسکتی۔

آپ ﷺ کا ماثورو مشہور قول جس پر آپ ﷺ حرف بہ حرف عامل تھے، اور جو آپ ﷺ کی پوری زندگی کا مرکزی نقطہ اور محور کہا جاسکتا ہے، یہ ہے:

"اَللّٰهُمَّ لَا عَيْشَ إِلَّا عَيْشُ الآخِرَةِ"

(اے اللہ اصل زندگی تو آخرت کی زندگی ہے)۔

آپ ﷺ فرمایا کرتے تھے:

"مَالِيَ وَلِلدُّنْيَا وَمَا أَنَا وَالدُّنْيَا إِلَّا كَرَاكِبٍ اسْتَظَلَّ تَحْتَ شَجَرَةٍ ثُمَّ رَاحَ وَتَرَكَهَا"(۱)

(مجھے دنیا سے کیا سروکار، میرا دنیا سے واسطہ اتنا ہی ہے جیسے کوئی مسافر راہ میں تھوڑی دیر کے لیے کسی درخت کے سایہ میں دم لے لے، پھر اپنی راہ لے اور اس کو چھوڑ کر چلدے)۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ ﷺ کو ایک مرتبہ چٹائی پر اس حالت میں لیٹے ہوئے دیکھا کہ آپ ﷺ کے پہلو میں اس کے نشانات پڑ گئے

(۱) مسند ابی داؤد۔

تھے، یہ منظر دیکھ کران کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، آپ ﷺ نے دریافت فرمایا ''کیا بات ہے؟'' انھوں نے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ! آپ اللہ کی مخلوق میں سب سے برگزیدہ ہیں اور عیش کسریٰ اور قیصر کر رہے ہیں!'' یہ سن کر آپ ﷺ کا چہرہ سرخ ہوگیا، اور آپ ﷺ نے فرمایا ''ابن الخطاب! کیا تمہیں کچھ شک ہے؟'' پھر آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا ''یہ وہ لوگ ہیں جن کو دنیا کی زندگی کے سارے مزے یہیں دیدیئے گئے ہیں [1]''

آپ ﷺ وہ طرز معیشت یا وہ معیار زندگی نہ صرف اپنے لیے ناپسند فرماتے تھے بلکہ اپنے اہل بیت کے لیے بھی اس کے لیے روادار نہ تھے، چنانچہ آپ ﷺ کی دعا تھی ''اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ رِزْقَ آلِ مُحَمَّدٍ قُوتاً'' (اے اللہ آل محمد کا رزق بقدر ضرورت ہو) [2] حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں ''قسم اس کی جس کے قبضہ میں ابو ہریرہ کی جان ہے، اللہ کے نبی ﷺ اور ان کے اہل بیت کبھی متواتر تین دن گیہوں کی روٹی پیٹ بھر نہ کھا سکے، یہاں تک اس دنیا سے پردہ فرمالیا [3]''

(۱) حدیث کا پورا متن صحیحین میں ملاحظہ فرمائیں۔

(۲) متفق علیہ (صحیح البخاری: کتاب الرقاق و صحیح مسلم: کتاب الزھد)

(۳) بخاری و احمد بروایت احمد، صحیح مسلم: کتاب الزہد۔

ام المومنین حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں ''ہم اہل بیت محمد (ﷺ) کو ایک چاند گذر کر دوسرا چاند نظر آجاتا اور ہمارے گھر میں چولہا نہ جلتا، صرف کھجور اور پانی پر ہماری گذر بسر ہوتی تھی(۱)۔''

آپ ﷺ کی زرہ ایک یہودی کے پاس رہن رکھی ہوئی تھی اور آپ ﷺ کے پاس اتنا نہ تھا کہ آپ ﷺ اس کو چھڑا سکتے، یہاں تک کہ اسی حال میں آپ ﷺ کی وفات ہوگئی۔(۲)

آپ ﷺ نے حجۃ الوداع اس حال میں کیا کہ حدنگاہ تک مسلمان نظر آرہے تھے، پورا جزیرۃ العرب آپ ﷺ کے زیرنگیں تھا، اور کیفیت یہ تھی کہ آپ ﷺ ایک نہایت خستہ حال کجاوہ پر تھے، آپ ﷺ پر صرف ایک چادر پڑی ہوئی تھی، جس کی مالیت چار درہم سے زیادہ نہ تھی، اس وقت آپ ﷺ نے فرمایا ''اے اللہ اس کو ایسا حج بنا جس میں کوئی ریا اور شہرت طلبی نہ ہو(۳)۔''

حضرت ابوذرؓ سے آپ ﷺ نے ایک موقع پر فرمایا ''مجھے یہ گوارا نہیں کہ میرے پاس ''احد پہاڑ'' کے برابر سونا ہو اور تین دن گذر جائیں اور اس میں سے ایک دینار بھی میرے پاس باقی رہے،

(۱) متفق علیہ۔ (۲) ترمذی۔
(۳) شمائل ترمذی بروایت حضرت انسؓ۔

سوائے اس کے کہ کسی دینی کام کے لیے میں اس میں سے کچھ بچا رکھوں، ورنہ اللہ کے بندوں میں مَیں اس کو اس طرح اور اس طرح دائیں بائیں اور پیچھے لٹادوں[۱]۔''

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''کبھی ایسا نہیں ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کسی چیز کا سوال کیا گیا ہو، اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے جواب میں نہیں کہا ہو[۲]۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیاضی اور داد و دہش میں تیز ہوا سے زیادہ تیز رفتار تھے[۳]۔''

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''ایک شخص نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کچھ سوال کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو بکریوں، بھیڑوں کا پورا گلہ عطا فرمایا جو دو پہاڑیوں کے درمیان تھا، وہ یہ سب بکریاں لے کر اپنی قوم میں واپس آ گیا اور کہنے لگا، لوگو! اسلام لے آو! محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اس طرح دے دلا رہے ہیں کہ جیسے ان کو فقر و فاقہ کا ڈر ہی نہ ہو، ایک مرتبہ

---

(۱) متفق علیہ، یہ الفاظ بخاری کے ہیں: ''کتاب الرقاق باب قول النبیؐ ما أحب أن لی أحدا ذهبا''.

(۲) صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب حسن الخلق.

(۳) حدیث کا پورا سیاق صحیحین میں ملاحظہ کریں۔

آپ ﷺ کی خدمت میں نوے ہزار درہم پیش کیے گئے، یہ رقم ایک چٹائی پر ڈال دی گئی اور آپ ﷺ نے کھڑے ہو کر اس کو تقسیم کرنا شروع کیا اور کسی سائل کو بھی آپ ﷺ نے واپس نہ فرمایا، یہاں تک کہ سارا ڈھیر ختم ہو گیا۔"

خلق خدا کے ساتھ آپ ﷺ کا معاملہ

لیکن اس ذوق عبادت، دنیا اور سامان دنیا سے بے تعلقی، کمال زہد، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کامل، اور اس کے حضور آہ وزاری اور دعا ومناجات سے آپ ﷺ کی خندہ جبینی، حسن اخلاق، شفقت و ملاطفت، دلداری ودلنوازی اور ہر شخص کو اس کا جائز حق دینے اور اس کے مرتبہ وحیثیت کے مطابق سلوک کرنے میں کوئی فرق نہ آتا تھا، اور یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ ان کو اس طرح جمع کرنا کسی دوسرے شخص کے لیے ناممکن ہے، آپ ﷺ فرماتے تھے:

"لَوْ تَعْلَمُوْنَ مَا أَعْلَمُ لَضَحِكْتُمْ قَلِيْلاً وَلَبَكَيْتُمْ كَثِيْراً"[۱]

(جو میں جانتا ہوں وہ اگر تم جان لیتے تو بہت کم ہنستے اور بہت زیادہ روتے۔)

(۱) متفق علیہ۔

آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ فراخ دل، نرم طبیعت اور خاندانی لحاظ سے سب سے زیادہ محترم تھے، اپنے اصحاب کرام سے الگ تھلگ نہ رہتے تھے، بلکہ ان سے پورا میل جول رکھتے تھے، ان سے باتیں کرتے، ان کے بچوں کے ساتھ خوش طبعی وخوش مذاقی کے ساتھ پیش آتے، ان بچوں کو اپنی گود میں بٹھاتے، غلام اور آزاد، باندی، مسکین اور فقیر سب کی دعوت قبول فرماتے، بیماروں کی عیادت فرماتے، خواہ وہ شہر کے آخری سرے پر ہوں، عذرخواہ کا عذر قبول فرماتے (۱)، آپ ﷺ کو کبھی صحابہ کرام ﷺ کی مجلس میں پیر پھیلائے ہوئے نہیں دیکھا گیا تاکہ اس کی وجہ سے کسی کو تنگی ودشواری نہ ہو۔

حضرت عبداللہ بن الحارث رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''میں نے رسول اللہ ﷺ سے زیادہ خندہ رُو اور متبسم کسی کو نہیں دیکھا (۲)''۔

حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''مجھے رسول اللہ ﷺ کی مجلس مبارک میں سو بار سے زیادہ بیٹھنے کا اتفاق ہوا، میں نے دیکھا کہ آپ ﷺ کے اصحاب کرام ایک دوسرے سے اشعار سن رہے ہیں اور سنا رہے ہیں اور جاہلیت کی بعض باتوں اور واقعات کا تذکرہ بھی

(۱) روایت انس بن مالکؓ (روایت ابونعیم: الحلیۃ)

(۲) شمائل ترمذی۔

کر رہے ہیں اور آپ ﷺ ساکت ہیں یا کبھی کوئی ہنسی کی بات ہوتی تو ان کے ساتھ آپ ﷺ بھی تبسم فرماتے ہیں۔"

حضرت شرید رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے امیہ بن ابی الصلت کے اشعار سننے کی فرمائش کی، چنانچہ میں نے آپ ﷺ کو اس کے اشعار سنائے (۱)۔"

آپ ﷺ نہایت درجہ نرم دل، محبت کرنے والے اور لطف و عنایت کے پیکر تھے، انسانی جذبات اور لطیف احساسات آپ کی سیرت میں بہترین اور حسین ترین شکل میں جلوہ گر تھے، حضرت انس ابن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ اپنی صاحبزادی حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے فرماتے، میرے دونوں بیٹوں (حسن و حسین رضی اللہ عنہما) کو بلاؤ، وہ دوڑے ہوئے آتے تو آپ ﷺ ان دونوں سے منہ ملاتے اور ان کو اپنے سینہ سے لگا لیتے (۲)۔" آپ ﷺ نے ایک مرتبہ اپنے نواسہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ کو بلایا، وہ دوڑتے ہوئے آئے اور آپ ﷺ کی گود میں گر پڑے، پھر آپ ﷺ کی ریش مبارک میں اپنی انگلیاں ڈالنے لگے، اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنا دہن مبارک

(۱) الأدب المفرد للبخاری، ص/۱۲۷۔

(۲) بروایت ترمذی، أبواب المناقب، باب مناقب الحسن والحسین رضی اللہ عنہما.

کھول دیا اور وہ اپنا منہ آپ ﷺ کے دہن مبارک میں ڈالنے لگے[1]۔"

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ "زید بن حارثہؓ (جو آپ ﷺ کے غلام تھے) مدینہ آئے تو اس وقت آپ ﷺ گھر پر تشریف فرما تھے، وہ گھر پر آئے اور دروازہ پر دستک دی، رسول اللہ ﷺ اسی وقت اٹھ کھڑے ہوئے، آپ ﷺ اس وقت پورے کپڑوں میں ملبوس نہ تھے، چادر جسم مبارک سے گری جارہی تھی، ان کو دیکھ کر آپ ﷺ نے معانقہ فرمایا اور بوسہ لیا[2]۔"

حضرت اسامہ بن زیدؓ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کی ایک صاحبزادی نے آپ ﷺ کو یہ پیغام کہلوایا کہ میرے بچہ کا دمِ واپسیں ہے، آپ ﷺ اس وقت یہاں تشریف لے آئیں، آپ ﷺ نے ان کو سلام کہلوایا اور فرمایا کہ اللہ ہی کے لیے ہے جو اس نے لیا اور اسی کے لیے ہے جو اس نے عطا کیا، ہر چیز اس کے یہاں نامزد اور مقرر ہے، پس چاہئے کہ صبر سے کام لیں اور اجر وثواب کی نیت اور امید رکھیں، انھوں نے آپ ﷺ کو قسم دلائی کہ آپ ضرور تشریف لائیں، آپ ﷺ کھڑے ہوئے اور ہم سب آپ ﷺ کے ساتھ اٹھ

(۱) الأدب المفرد للبخاری، ص/۱۷۳۔

(۲) ترمذی۔

کھڑے ہوئے، جب آپ ﷺ وہاں بیٹھے تو بچہ گود میں آپ ﷺ کے پاس لایا گیا، آپ ﷺ نے اس کو اپنی آغوش مبارک میں لے لیا، اس وقت اس کی سانس اکھڑ چکی تھی، یہ منظر دیکھ کر آپ ﷺ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے، حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! یہ کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ رحم ہے جو اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے دل میں چاہتا ہے ڈال دیتا ہے، اور بے شک اللہ تعالیٰ اپنے رحم دل بندوں ہی پر رحم فرماتا ہے(۱)۔''

جب بدر کے قیدیوں کے ساتھ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) کی مشکیں کسی گئیں اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی کراہ سنی تو آپ ﷺ کو نیند نہیں آئی، جب انصار (رضی اللہ عنہم) کو یہ بات معلوم ہوئی تو انھوں نے ان کی مشکیں کھول دیں، انصار کی یہ رحم دلی حضور ﷺ کو اس بات پر آمادہ نہ کر سکی کہ حضرت عباس (رضی اللہ عنہ) اور دیگر قیدیوں میں فرق رکھا جائے۔ انصار (رضی اللہ عنہم) نے یہ دیکھ کر کہ حضرت عباسؓ کی مشکیں کھولنے سے رسول اللہ ﷺ خوش ہوئے تھے، یہ خواہش کی کہ ان کا فدیہ بھی چھوڑ دیا جائے، ان کا مقصد یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ اور زیادہ خوش ہوں، لیکن

(۱) صحیح البخاری، کتاب المرضی، باب عیادة الصبیان و کتاب الجنائز، باب قول النبیؐ "یعذب المیت ببکاء أهله".

آپ ﷺ نے اس بات کو قبول نہ فرمایا۔(۱)

ایک اعرابی رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ ''کیا آپ لوگ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں، ہم تو ان کو پیار نہیں کرتے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے تمہارے دل سے رحم نکال لیا ہو تو میں تمہارے لیے کیا کرسکتا ہوں۔(۲)

آپ ﷺ بچوں پر بہت شفیق تھے، اوران سے بہت نرمی اور محبت کا معاملہ فرماتے تھے، حضرت انس رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''آپ ﷺ کا گذر کچھ بچوں پر ہوا جو کھیل رہے تھے، آپ ﷺ نے ان کو سلام کیا(۳)۔'' حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ ہم میں گھلے ملے رہتے تھے، میرے ایک چھوٹے بھائی سے آپ فرماتے ابوعمیر! نُغَیر (۴) کیا ہوا(۵)؟''

مسلمانوں پر آپ ﷺ بے حد شفیق اور مہربان تھے، اوران کے احوال کی بہت رعایت فرماتے تھے، انسانی طبائع میں اکتاہٹ اور وقتی

(۱) فتح الباری: ۸/۳۲۴۔ (مصری ایڈیشن)
(۲) بروایت عائشہؓ صحیح البخاری، کتاب الأدب، باب رحمة الولد.
(۳) صحیح البخاری، کتاب الاستیذان.
(۴) چھوٹی چڑیا، جس سے بچے اکثر کھیلتے ہیں۔
(۵) الادب المفرد، ص/۴۰۔

طور پر پست ہمتی یا تعطل پیدا ہوتا رہتا ہے، اس کا برابر لحاظ رکھتے تھے۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ ہم کو جو وعظ و نصیحت فرماتے تھے وہ وقفوں کے ساتھ ہوتی تھی، اس خیال سے کہ کہیں ہمارے اندر اکتاہٹ نہ پیدا ہونے لگے، نماز سے اس قدر تعلق اور شیفتگی کے باوجود آپ ﷺ اگر کسی بچہ کا رونا سن لیتے تو نماز مختصر فرما دیتے، آپ ﷺ نے خود یہ ارشاد فرمایا کہ میں نماز کے لیے کھڑا ہوتا ہوں اور چاہتا ہوں کہ طویل نماز پڑھوں کہ کسی بچے کے رونے کی آواز سنتا ہوں تو اس خیال سے نماز مختصر کر دیتا ہوں کہ اس کی ماں کو دشواری اور تکلیف نہ ہو[1]۔“

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ راوی ہیں کہ ”ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! خدا کی قسم میں (اپنے محلّہ کی) صبح کی نماز میں محض اس لیے نہیں پہنچتا کہ فلاں صاحب بہت طویل نماز پڑھاتے ہیں، اس کے بعد جو وعظ آپ ﷺ نے فرمایا اس سے زیادہ غصہ کی حالت میں مَیں نے کسی اور وعظ میں آپ ﷺ کو نہیں دیکھا، آپ ﷺ نے فرمایا ”تم میں وہ لوگ ہیں جو لوگوں کو متنفر کرتے ہیں، تم میں سے جو نماز

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من أخف الصلاۃ.

پڑھائے اس کو چاہیے کہ مختصر پڑھے، اس لیے کہ نمازیوں میں کمزور بھی ہوتے ہیں، بوڑھے اور ضرورت والے بھی[1]۔"

اسی سلسلہ میں یہ واقعہ بھی آسکتا ہے کہ حضرت انجشہ رضی اللہ عنہ جو عورتوں کے قافلہ کے حدی خواں تھے، بہت خوش آواز شخص تھے، ان کی خوش الحانی کی وجہ سے اونٹ بہت تیز رفتاری سے ساتھ بڑھنے لگتے تھے، عورتوں کو اس سے زحمت ہوتی تھی، یہ دیکھ کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انجشہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا "انجشہ! ذرا آہستہ، اس تیز رفتاری سے آبگینوں (کمزور و نازک ہستیوں) کو تکلیف نہ پہنچ جائے[2]۔"

اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے سینہ کو کینہ سے اور کسی کا برا چاہنے سے ہر طرح پاک کر دیا تھا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ "تم میں سے کوئی شخص مجھ سے کسی دوسرے کی شکایت نہ کرے اس لئے کہ میں یہ چاہتا ہوں کہ تمہارے سامنے اس حالت میں آؤں کہ میرا دل بالکل صاف ہو[3]۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم مسلمانوں کے حق میں شفیق باپ کی طرح تھے،

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب تخفیف الامام القراءۃ۔
(۲) الادب المفرد، ص/۱۸۵، نیز صحیح بخاری و صحیح مسلم۔
(۳) کتاب الشفاء، ص/۵۵ بروایت ابوداؤد۔

اور سارے مسلمان آپ ﷺ کے سامنے اس طرح تھے جیسے وہ سب آپ ﷺ کے اہل وعیال میں شامل ہوں، اور ان سب کی ذمہ داری آپ ﷺ پر ہو، آپ ﷺ کو ان پر اس درجہ شفقت اور ان سے اس درجہ تعلق تھا جیسے ماں کو اپنے گود کے بچے سے ہوتی ہے، مسلمانوں کے پاس مال ودولت اور ان کے رزق میں جو فراخی اللہ تعالیٰ نے فرمائی تھی، اس سے تو آپ ﷺ کو کوئی سروکار نہ تھا لیکن ان کے قرضوں اور ان کو زیر بار کرنے والی چیزوں کو ہلکا کرنا آپ ﷺ نے اپنے ذمہ لے لیا تھا، آپ ﷺ فرماتے تھے ''جس نے ترکہ میں مال چھوڑا، وہ اس کے وارثوں کا ہے، کچھ قرضہ وغیرہ باقی ہے تو وہ ہمارے ذمہ''[1]۔ ایک دوسری روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا'' کوئی مومن ایسا نہیں جس کا مجھ سے زیادہ دنیا وآخرت میں کوئی ولی ہو، اگر چاہو تو یہ آیت پڑھو:

﴿اَلنَّبِيُّ أَوْلَىٰ بِالْمُؤْمِنِيْنَ مِنْ أَنْفُسِهِمْ﴾

(الأحزاب-٦)

(نبی مسلمانوں کے لیے ان کی جانوں سے زیادہ دوست اور شفیق ہیں۔)

(۱) صحیح البخاری، کتاب الاستقراض، باب الصلاة علی من ترك دينا.

اس لئے جس مسلمان کا انتقال ہوا اور وہ کچھ مال چھوڑے تو وہ اس کے عصبہ، قریبی رشتہ داروں کا حق ہے، وہ جو بھی ہوں، اگر اس کے ذمہ کچھ قرض یا ایسی زمین جائیداد رہ جائے جس کے ضائع ہوجانے کا خطرہ ہو، تو میرے پاس آئے، اس کا والی اور ذمہ دار میں ہوں (۱)۔"

اعتدال فطرت اور سلامت ذوق

اللہ تعالیٰ نے آپ ﷺ کو جس اعلیٰ درجہ کے اخلاق اور اعلیٰ درجہ کی طبعی و خلقی موزونیت سے نوازا تھا، وہ آنے والی صدیوں، اور موجودہ و آئندہ نسلوں کے لیے معراج کمال ہے، اور اس کو ہم اعتدال فطرت، سلامت ذوق، لطافت شعور، توازن و جامعیت اور افراط و تفریط سے پرہیز سے تعبیر کرسکتے ہیں، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کو جب دو کاموں میں کسی ایک کو ترجیح دینی ہوتی تو ہمیشہ اس کو اختیار فرماتے جو زیادہ سہل ہوتا بشرطیکہ اس میں گناہ کا شائبہ نہ ہو، اگر اس میں گناہ ہوتا تو آپ ﷺ اس سے سب سے زیادہ دور ہوتے (۲)۔"

(۱) صحيح البخاری، كتاب الاستقراض، باب الصلاة على من ترك دينا.

(۲) صحيح مسلم باب مباعدته صلى الله عليه وسلم للآثام.

آپ ﷺ تکلفات، ضرورت سے زیادہ زہد و تقشّف اور نفس کے جائز حقوق سے روگردانی سے بہت دور تھے، حضرت ابو ہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا ''دین آسان ہے اور جو بھی دین سے زور آزمائی کرے گا، دین اس پر غالب آئے گا، اس لیے میانہ روی اور اعتدال کے ساتھ چلو، قریب کے پہلوؤں کی رعایت کرو، اور انبساط رکھو، اور صبح و شام اور کسی قدر تاریکی شب کی عبادت سے تقویت حاصل کرو(۱)۔''

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ''ٹھیرو! اتنا ہی کرو جتنا کرنے کی تمہارے اندر طاقت ہو، اس لیے کہ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ تو نہیں تھکے گا تم ہی تھک جاؤ گے۔'' حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ سے دریافت کیا گیا کہ اللہ تعالیٰ کو کونسا دین سب سے زیادہ محبوب ہے، آپ ﷺ نے فرمایا ''اَلْحَنِيْفِيَّةُ السَّمْحَةُ'' (سہولت و خلوص والا دین ابراہیمی)(۲)۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''مبالغہ و سختی سے کام لینے والے اور بال کی کھال نکالنے

(۱) صحیح البخاری کتاب الایمان باب ''الدین یسر''۔

(۲) الادب المفرد، ص/۱۸۱ (مطبوعہ المطبعۃ السلفیہ)

والے ہلاک ہوئے"۔ (۱)

آپ ﷺ نے اپنے بعض صحابیوں کو جب کسی جگہ تعلیم اور وعظ ونصیحت کے لیے بھیجا تو ان سے فرمایا کہ "آسانی پیدا کرنا، تنگی نہ کرنا، بشارت دینا اور متنفر نہ کرنا۔" حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاصؓ راوی ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اپنی نعمت کا نشان اپنے بندوں پر دیکھے"۔ (۲)

اپنے گھر میں اہل وعیال کے ساتھ

آپ ﷺ اپنے گھر میں عام انسانوں کی طرح رہتے تھے اور جیسا کہ خود حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے بیان فرمایا ہے "آپ ﷺ اپنے کپڑوں کو بھی صاف فرماتے تھے، بکری کا دودھ بھی خود دوہ لیتے تھے، اور اپنا کام خود انجام دیتے تھے۔" آگے بیان فرماتی ہیں کہ "اپنے

(۱) صحیح مسلم، یعنی دین کے معاملات میں اینچ پیچ کرنے والے اور اس میں تشدد اور مبالغہ کرنے والے۔

(۲) ترمذی نے یہ حدیث ابواب الآداب میں بیان کی ہے، (باب "ان اللہ یحب أن یری اثر نعمتہ علی عبدہ") یعنی اللہ نے جن نعمتوں سے نوازا ہے، اس کی زندگی سے اس کا اظہار ہو، آسودہ حال آدمی خستہ حال آدمی کی طرح رہے تو گویا وہ خدا کے احسان کی ناشکری کرتا ہے، اور اپنے فقر کا بلاضرورت اعلان کرتا ہے۔

کپڑوں میں پیوند لگا لیتے تھے، جوتا گانٹھ لیتے تھے، اور اس طرح کے اور کام کرتے تھے۔" حضرت عائشہؓ سے پوچھا گیا کہ آپ ﷺ اپنے گھر میں کس طرح رہتے تھے؟ انھوں نے جواب دیا کہ "آپ ﷺ گھر کے کام کاج میں رہتے تھے، جب نماز کا وقت آتا تو نماز کے لیے باہر چلے جاتے(۱)۔"

ایک روایت میں ہے کہ "آپ ﷺ اپنی جوتی ٹانک لیتے تھے، کپڑا سی لیتے تھے، جیسا تم میں سے کوئی اپنے گھر میں کرتا ہے(۲)۔"

حضرت عائشہؓ بیان فرماتی ہیں کہ "آپ ﷺ تمام لوگوں میں سب سے زیادہ نرم اور سب سے زیادہ کریم تھے، اور ہنستے مسکراتے رہتے تھے(۳)۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں "میں نے کسی شخص کو نہیں دیکھا جو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ اپنے اہل وعیال پر شفیق و رحیم ہو(۴)۔" حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے

(۱) صحیح البخاری، کتاب الصلاۃ، باب من کان فی حاجۃ أھلہ، نیز بروایت احمد و عبد الرزاق۔

(۲) مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر ۲۰۴۹۲، ج/۱۱، ص/۲۶۰۔

(۳) ابن عساکر۔

(۴) مسند احمد بروایت انسؓ، وصحیح مسلم۔

فرمایا کہ ''تم میں سب سے زیادہ بہتر وہ ہے جو اپنے اہل وعیال کے لیے سب سے بہتر ہو اور میں اپنے اہل وعیال کے معاملہ میں تم سب سے زیادہ بہتر ہوں (۱)''۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کھانے میں کبھی عیب نہیں نکالا، اگر خواہش ہوئی تو تناول فرمایا، ناپسند ہوا تو چھوڑ دیا (۲)''۔

خطرات اور آزمائشوں میں سب سے آگے اور انعام واکرام میں سب سے پیچھے

اپنے اہل بیت، اہل وعیال اور قرابت داروں کے ساتھ آپ کا مستقل معاملہ اور اصول یہ تھا کہ جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے جس قدر قریب ہوتا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطرات اور آزمائشوں میں اس کو اسی قدر آگے رکھتے، اور انعام واکرام اور مال غنیمت کی تقسیم کے وقت اسی قدر پیچھے رکھتے، جب عتبہ بن ربیعہ اور شیبہ بن ربیعہ اور ولید بن عتبہ نے (جو عرب کے نامی گرامی بہادروں اور جنگ آزماؤں میں تھے) بدر میں قریش کو للکارا

(۱) ابن ماجه، باب حسن معاشرة النساء.

(۲) متفق علیہ، صحيح البخاري، كتاب الأطعمة، باب ما عاب النبيّ طعاما.

اور مبارز طلبی کی تو آپ ﷺ نے حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ، حضرت علی رضی اللہ عنہ اور حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو آواز دی اور ان کے مقابلہ پر بھیجا حالانکہ آپ ﷺ مکہ کے ان شہسواروں کی حیثیت واہمیت سے خوب واقف تھے، مہاجرین میں متعدد ایسے بہادر اور جری شہسوار موجود تھے، جو ان سے دو دو ہاتھ کر سکتے تھے، بنی ہاشم کے یہ تینوں افراد وہ تھے، جو خون اور رشتہ میں آپ ﷺ سے سب سے قریب تھے، اور آپ ﷺ کو سب سے زیادہ عزیز ومحبوب بھی تھے، لیکن آپ ﷺ نے ان کو اس خطرہ سے بچانے کے لیے دوسرے حضرات کو خطرہ میں نہیں ڈالا، اور انھیں کو مقابلہ کے لیے بھیجا، اللہ تعالیٰ کا کرنا کہ اس نے ان کو اپنے دشمنوں پر غالب فرمادیا، اور فتح عطا فرمائی، حضرت حمزہ وحضرت علی رضی اللہ عنہما مظفر ومنصور اور صحیح سالم واپس آئے، حضرت عبیدہ رضی اللہ عنہ کو زخمی حالت میں لایا گیا۔

آپ ﷺ نے جب سود کو حرام اور جاہلیت کے خون کو کالعدم قرار دیا تو اس کی ابتداء اپنے عم محترم حضرت عباس رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب اور اپنے بھتیجے (ربیعہ بن الحارث رضی اللہ عنہ بن عبدالمطلب کے فرزند) سے فرمائی، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا:

''زمانہ جاہلیت کا سود آج سے ختم اور کالعدم ہے اور پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں وہ ہمارے ہاں کا عباسؓ بن عبدالمطلب کا سود ہے، زمانۂ جاہلیت کا خون بھی کالعدم ہے، اور وہ ہمارے ہی یہاں کا ربیعہ بن الحارث کے فرزند کا خون ہے(۱)''

راحت وآرام اور انعام واکرام کے موقع پر آپ عام سلاطین وحکمرانوں یا سیاسی رہنماؤں کی روش اور عادت کے خلاف ان حضرات کو ہمیشہ پیچھے رکھتے تھے، اور ان پر دوسروں کو ترجیح دیتے تھے، حضرت علی کرم اللہ وجہہ راوی ہیں کہ ''فاطمہ رضی اللہ عنہا کو چکی پیسنے میں مشقت ہوتی تھی، اسی زمانہ میں ان کو یہ خبر ملی کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس کچھ باندیاں آئی ہیں، وہ آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئیں، اور اس کی خواستگار ہوئیں کہ ان کو بھی ان میں سے خدمت ومدد کے لیے کوئی باندی عطا ہو جائے، لیکن رسول اللہ ﷺ اس وقت دولت خانہ پر تشریف نہیں رکھتے تھے، انھوں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے اس بات کا ذکر کیا، حضرت عائشہؓ نے آپ ﷺ سے اس کا تذکرہ کیا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ ہمارے یہاں تشریف لائے، اس وقت ہم سونے

(۱) صحیح مسلم، کتاب الحج، باب حجة النبيؐ. بروایت جابر بن عبداللہؓ، اس بچہ کا نام بعض روایات میں ''ایاس'' آیا ہے۔

کے لیے لیٹ چکے تھے، آپ ﷺ کو دیکھ کر ہم کھڑے ہونے لگے، آپ ﷺ نے فرمایا ٹھہرے رہو، یہاں تک کہ آپ ﷺ کے قدم مبارک کی ٹھنڈک میں نے اپنے سینہ میں محسوس کی، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کیا میں تم کو اس سے بہتر بات نہ بتاؤں جس کا تم نے سوال کیا تھا، جب تم سونے کے لیے لیٹو تو ۳۴ ر بار "اللہ اکبر" کہو، ۳۳ ر بار "الحمد للہ" اور ۳۳ ر بار "سبحان اللہ" کہو، یہ تمہارے لیے اس سے بہتر ہے جس کا سوال تم دونوں نے مجھ سے کیا تھا[1]۔"

ایک دوسری روایت میں اسی واقعہ کے ساتھ یہ بھی آتا ہے کہ آپ ﷺ نے ان سے فرمایا کہ "خدا کی قسم اس حالت میں کہ اہل صفہ کے پیٹ بھوک سے پیٹھ سے لگ گئے ہیں، میں تمہیں کچھ نہیں دے سکتا، میرے پاس ان پر خرچ کرنے کے لیے کچھ نہیں ہے، ان کو فروخت کرکے میں ان کی آمدنی ان پر خرچ کروں گا[2]۔"

لطافت شعور اور جذبات کی بلندی و پاکیزگی

رسول اللہ ﷺ کی سیرت میں نبوت اور دعوت حق کے کار

(۱) صحيح البخاری، کتاب الجهاد، باب الدليل أن الخمس لنوائب رسول الله صلى الله عليه وسلم.

(۲) بروایت احمد (فتح الباری، ۷/۲۳-۲۴)

عظیم، انسانیت کے درد و سوز اور ان مسلسل فکروں اور گرانباریوں کے ساتھ جن کا تحمل پہاڑوں کے لیے بھی آسان نہ تھا، لطیف انسانی احساسات اور پاکیزہ و بلند جذبات پوری آب وتاب کے ساتھ جلوہ ریز تھے، اس غیر معمولی قوت ارادی، غیر متزلزل رائے و مسلک کے ساتھ جو انبیاء کا شیوہ اور امتیازی خصوصیت ہوتی ہے، اور جو دعوت الی اللہ اور اعلاء کلمۃ اللہ کے راستے اور اس کے احکام کی تعمیل میں کسی چیز کو کوئی وزن نہیں دیتی اور کسی بات کو خاطر میں نہیں لاتی، آپ ﷺ نے ان وفادار رفقاء کو اپنی زندگی کے آخری ایام تک فراموش نہیں کیا، جنھوں نے آپ ﷺ کی دعوت پر لبیک کہا تھا، اور راہ حق میں اپنا سب کچھ لٹا دیا تھا، اور احد کے معرکہ میں شہادت پاکر حیات جاوید حاصل کی تھی، آپ ﷺ ان کا برابر ذکر فرماتے رہے، ان کے لیے دعائیں کرتے رہے، اور ان کے ہاں تشریف لے جاتے رہے۔

یہ محبت و وفا انسانی جسموں سے تجاوز کرکے ان بے جان پتھروں، پہاڑوں اور وادیوں تک میں سرایت کرگئی جہاں عشق و وفا اور قربانی و جاں نثاری کے یہ مناظر چشم فلک نے دیکھے تھے، اور جن کو ان کی جائے قیام بننے کا شرف حاصل ہوا تھا، حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ

بیان فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ نے "احد" کو دیکھ کر ارشاد فرمایا "هَـٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ."(۱) (یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں) حضرت ابو حمید رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ "ہم رسول اللہ ﷺ کے ساتھ غزوۂ تبوک سے واپس آئے، جب مدینہ قریب آیا تو آپ نے فرمایا: "هٰذِهِ طَابَةٌ وَهٰذَا جَبَلٌ يُحِبُّنَا وَنُحِبُّهُ" (یہ طابہ (مدینہ طیبہ) ہے اور یہ وہ پہاڑ ہے جو ہم سے محبت کرتا ہے اور ہم اس سے محبت کرتے ہیں)۔(۲)

حضرت عقبہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ "رسول اللہ ﷺ ایک روز اہل احد کے پاس تشریف لے گئے اور ان کے لیے دعاء مغفرت کی(۳)۔" حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "میں نے دیکھا کہ جب رسول اللہ ﷺ کے سامنے اصحاب احد کا ذکر کیا گیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: خدا کی قسم میری خواہش تھی کہ میں بھی شہدائے احد کے ساتھ پہاڑ کے دامن میں رہ جاتا، آپ ﷺ نے اپنے چاہنے والے چچا اور رضاعی بھائی کی شہادت کا صدمہ (جنہوں نے آپ ﷺ کی محبت وحمیت اور اسلام کی نصرت وحمایت میں جان دی اور ان کی نعش کے

(۱) صحيح البخاري، كتاب المغازي، باب أحد يحبنا.

(۲) صحیح بخاری، کتاب المغازی، واقعۂ تبوک۔ (۳) ایضاً۔

ساتھ وہ سلوک کیا گیا جو کسی کے ساتھ نہ ہوا تھا) انبیاء اولوالعزم کے صبر کے ساتھ برداشت کیا، لیکن جب آپ ﷺ احد سے واپس ہوتے ہوئے مدینہ تشریف لائے اور بنی عبدالاشہل کے گھر کے سامنے آپ ﷺ گذرے، اوران کے شہداء پر رونے کی آواز آپ ﷺ کے کانوں میں آئی تو اس واقعہ نے آپ ﷺ کے لطیف انسانی احساسات کو چھیڑ دیا، اور آپ ﷺ کی آنکھیں اشکبار ہوگئیں، آپ ﷺ نے فرمایا: "لٰکِنَّ حَمْزَةَ لَا بَوَاكِيَ لَهٗ" (۱) (لیکن حمزہ (رضی اللہ عنہ) کے لیے رونے والیاں نہیں ہیں)۔

"تاہم یہ شریفانہ واعلیٰ انسانی احساسات وجذبات، نبوت اور دعوت اسلامی کی عظیم ذمہ داریوں اور حدود الٰہیہ کی رعایت و حفاظت پر کبھی اثر انداز نہیں ہوئے، سیرت نگار اور مؤرخ بیان کرتے ہیں کہ "جب سعد بن معاذ اور اسید بن حضیر رضی اللہ عنہما بنی عبدالاشہل کے گھر واپس آئے تو انھوں نے اپنے گھر کی عورتوں کو حکم دیا کہ تیار ہو کر جائیں اور رسول اللہ ﷺ کے چچا سیدنا حمزہؓ کا ماتم کریں، ان خواتین نے ایسا ہی کیا، جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو ان کو مسجد

(۱) ابن کثیر، ۳/۹۵، امام احمد نے اس کو ابن عمرؓ سے روایت کیا ہے، ابن کثیر کا قول ہے کہ "هذا على شرط مسلم".

نبوی کے دروازے پر روتا ہوا پایا، آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ تم پر رحم کرے واپس جاؤ، تمہارے یہاں آنے ہی سے غمخواری کا سامان ہو گیا۔"

ایک روایت میں یہ بھی آتا ہے کہ "آپ ﷺ نے دریافت فرمایا کہ یہ سب کیا ہے؟ آپ ﷺ کو بتایا گیا کہ انصار (رضی اللہ عنہم) نے اپنی عورتوں کو کس مقصد سے یہاں بھیجا ہے، آپ ﷺ نے خدا کے حضور مغفرت طلب کی، اچھے الفاظ سے ان کو خطاب کیا، اور فرمایا: میرا مطلب یہ نہیں تھا، میں میت پر رونا پسند نہیں کرتا، پھر آپ ﷺ نے اس سے منع فرمایا[1]۔"

اس سے نازک موقع اسد اللہ سیدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے قاتل وحشی (رضی اللہ عنہ) کے ساتھ پیش آیا، جب مسلمانوں نے مکہ کو فتح کر لیا تو دنیا ان کی نظر میں تاریک ہو گئی اور راستے مسدود نظر آئے، ان کے لیے قدرتی طور پر مشکلات پیدا ہو گئیں، انھوں نے شام و یمن اور بعض دوسرے مقامات پر جانے کا ارادہ کیا، ان سے لوگوں نے کہا، بھلے آدمی! رسول اللہ ﷺ کسی ایسے شخص کو قتل نہیں کرتے جو آپ ﷺ کے دین میں داخل ہو جائے، ان کی سمجھ میں یہ بات آ گئی اور وہ کلمۂ شہادت پڑھ کر مسلمان ہو گئے، مسلمان ہونے کے بعد جب وہ پہلی بار

(۱) ابن کثیر ۳/۹۶۔

حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کا اسلام قبول فرمایا اور کوئی ایسی بات نہیں فرمائی جس سے ان کے دل میں خوف پیدا ہو، حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کے قتل کا واقعہ آپ ﷺ نے ان سے سنا، جب وہ سب کہہ چکے تو آپ ﷺ کے اندر وہ لطیف انسانی احساس اور کیفیت ضرور پیدا ہوئی، لیکن یہ خاص کیفیت اور جذبہ آپ ﷺ کے منصب نبوت کے مزاج اور احساس ذمہ داری پر غالب نہیں آنے پایا کہ آپ ﷺ ان کے اسلام کو قبول نہ فرماتے یا غصہ میں ان کو قتل کرا دیتے، آپ ﷺ نے اس کے علاوہ کچھ نہ فرمایا "بندۂ خدا! میرے سامنے نہ آیا کرو، میں یہ چاہتا ہوں کہ میری نظر تم پر نہ پڑے، وحشی کہتے ہیں کہ اس کے بعد میں برابر آپ ﷺ کے سامنے آنے سے کتراتا رہا کہ کہیں آپ ﷺ مجھے دیکھ نہ لیں، یہاں تک کہ ان کا وقت موعود آگیا(۱)۔"

بخاری میں ہے کہ "آپ ﷺ کی نظر جب مجھ پر پڑی تو آپ ﷺ نے فرمایا کیا تم وحشی ہو؟ میں نے عرض کیا، ہاں! فرمایا، کیا تمہیں نے حمزہ رضی اللہ عنہ کو شہید کیا تھا؟ میں نے کہا، آپ کو جو اطلاع پہنچی

(۱) ابن ہشام ۲/۷۲، صحیح بخاری میں یہ واقعہ کتاب المغازی باب قتل حمزہؓ میں بیان کیا گیا ہے۔

ہے وہ درست ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ کیا تم یہ کر سکتے ہو کہ میرے سامنے نہ آیا کرو۔"(۱)

ان فطری وانسانی احساسات وکیفیات اور اعلیٰ ولطیف جذبات کی جھلک ہمیں وہاں بھی نظر آتی ہے، جب آپ ﷺ ایک مٹی ہوئی پرانی قبر پر تشریف لے گئے، اس وقت آپ ﷺ پر رقت طاری ہوئی، اور آپ ﷺ رو دیئے، پھر آپ ﷺ نے فرمایا: "یہ آمنہ کی قبر ہے۔" یہ اس وقت کی بات ہے جب ان کی وفات پر طویل عرصہ گذر چکا تھا۔(۲)

کرم گستری اور تحمل و بردباری

رسول اللہ ﷺ مکارم اخلاق، نوازش وکرم گستری اور تواضع میں ساری انسانیت کے امام ومقتدا و پیشوا تھے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ إِنَّكَ لَعَلىٰ خُلُقٍ عَظِيمٍ ﴾(۳)

(بے شک آپ (ﷺ) بہت عظیم اخلاق کے حامل ہیں)

رسول اللہ ﷺ نے خود ارشاد فرمایا:

(۱)صحيح البخاري، باب قتل حمزة رضي الله عنه.

(۲) بیہقی بروایت سفیان ثوری (دیکھئے ابن کثیر، ۱/۲۳۶)

(۳) سورہ القلم۔

"اَدَّبَنِیْ رَبِّیْ فَأَحْسَنَ تَأْدِیْبِیْ". (میری تربیت اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہے اور بہترین فرمائی ہے)۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

"إِنَّ اللّٰه بَعَثَنِیْ لِتَمَامِ مَكَارِمِ الْأَخْلَاقِ وَكَمَالِ مَحَاسِنِ الْأَفْعَالِ"[1] (اللہ تعالیٰ نے مجھے مکارم اخلاق اور محاسن اعمال کی تکمیل کے لیے مبعوث فرمایا ہے)۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا گیا، انھوں نے کہا:

"كَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآنُ" [2] (آپ صلی اللہ علیہ وسلم اخلاق میں قرآن کا مجسم نمونہ تھے)۔

عفو ودرگذر، تحمل وبردباری، کشادہ قلبی اور قوت برداشت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا جو مقام تھا، وہاں تک اہل ذہانت کی ذہانت اور شعراء کے خیال وتصور کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی، اگر ان واقعات کو اس مخصوص طریقہ سے بیان نہ کیا گیا ہوتا جو شک وشبہ سے بالاتر ہے تو لوگوں کے

(۱) شرح السنۃ ومشکاۃ المصابیح، ص/۵۱۴۔
(۲) صحیح مسلم بروایت عائشہ رضی اللہ عنہا۔

ذہن آج اس کو قبول نہ کرتے لیکن یہ روایات اس قدر صحیح اور مسلسل اسناد اور ایک ثقہ وعادل راوی سے دوسرے ثقہ وعادل راوی تک اس انضباط وارتباط کے ساتھ بیان کی گئی ہیں، اور ان میں اس درجہ تواتر پایا جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے وہ معتبر ترین تاریخی دستاویزات سے کہیں زیادہ قابل اعتماد ہیں، اس موقع پر ہم اس سلسلہ کے چند واقعات بیان کریں گے:

آپ ﷺ کی نوازش وکرم اور بڑے سے بڑے دشمن کے ساتھ دلداری اور احسان کا ایک نمونہ وہ تھا، جب منافقین کے سردار عبداللہ بن اُبی[1] بن سلول کو قبر میں اتارا گیا، آپ ﷺ وہاں تشریف لائے، حکم دیا کہ اس کو قبر سے نکالا جائے، اس کے بعد آپ ﷺ نے اس کو اپنے گھٹنوں پر رکھا اور اپنا لعاب دہن اس پر ڈالا اور اپنی قمیص مبارک اس کو پہنائی۔[2]

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ چل رہا تھا، آپ ﷺ اس وقت نجران کی چادر زیب تن کئے ہوئے تھے، جس کے کنارے موٹے تھے، راستہ میں

(۱) ۹ھ میں تبوک سے واپسی پر ماہ ذی قعدہ میں اس کی موت واقع ہوئی، الزرقانی ۳/۱۱۲۔
(۲) صحیح بخاری کتاب الجنائز (تلخیص کے ساتھ)

ایک اعرابی آپ ﷺ کو ملا، اور آپ ﷺ کی چادر مبارک پکڑ کر زور سے کھینچی، میں نے نظر اٹھائی تو دیکھا کہ آپ ﷺ کی گردن پر اس کے کھینچنے کی وجہ سے نشان پڑ گئے ہیں، پھر اس اعرابی نے کہا، یا محمد! اللہ کا جو مال آپ ﷺ کے پاس ہے، وہ مجھے دینے کا حکم دیجئے، آپ ﷺ نے اس کی طرف مڑ کر دیکھا اور ہنسے، پھر ہدایت کی کہ اس کو دیا جائے (۱)۔"

زید بن سعنہ (رضی اللہ عنہ) (قبول اسلام سے قبل) آپ ﷺ کے پاس آیا اور قرض کا مطالبہ کیا جو آپ ﷺ نے اس سے لیا تھا، پھر اس کے بعد اس نے کپڑا پکڑ کر آپ ﷺ کے شانۂ مبارک سے زور سے کھینچا اور اپنی مٹھی میں کپڑے کو لے لیا اور سخت الفاظ میں بات کی، پھر کہا کہ تم عبدالمطلب کی اولاد! بڑے ٹال مٹول کرنے والے ہو، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو جھڑکا اور سخت لہجہ میں بات کی، لیکن رسول اللہ ﷺ کا رویہ مسکراہٹ کا رہا، آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے فرمایا، عمر! ہم اور یہ شخص تمہاری طرف سے دوسرے رویہ کے مستحق تھے، مجھے تم قرض جلد ادا کرنے کا مشورہ دیتے اور اس کو نرم طریقہ سے تقاضہ کرنے کو کہتے! پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی مدت ادائیگی میں ابھی تین دن

(۱) صحیح البخاری، کتاب الجهاد، باب کان النبیؐ یعطی المؤلفة قلوبهم، نیز مسند امام احمد ۳/۱۵۳ (الفاظ سے تھوڑے اختلاف کے ساتھ)

باقی ہیں، بہرحال آپ ﷺ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اس کے قرض کی ادائیگی کا حکم دیا، اور بیس صاع اس کو مزید دینے کو فرمایا کہ یہ اس کا معاوضہ ہے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس کو خوفزدہ کردیا تھا، اور پھر یہی بات اس کے اسلام کا باعث بن گئی (۱)۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "ایک بار مکہ سے ۸۰ مسلح آدمی "جبل تنعیم" سے اچانک وارد ہوئے اور دھوکہ میں رکھ کر آپ ﷺ کو گزند پہنچانا چاہا، آپ ﷺ نے ان سب کو قیدی بنالیا اور ان کو زندہ رہنے دیا (۲)۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "ہم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نجد کی طرف لشکر کشی کی، راستہ میں دوپہر کا وقت ہوا، اور آرام کی ضرورت محسوس ہوئی، اس علاقہ میں کثرت سے جھاڑیاں تھیں، آپ ﷺ ببول کے ایک درخت کے سایہ میں استراحت فرمانے لگے، اور اپنی تلوار درخت پر لٹکادی، اور لوگ بھی منتشر ہوکر مختلف درختوں

(۱) بروایت بیہقی (تفصیل کے ساتھ) اور بروایت احمد (الفاظ کے کسی قدر اختلاف کے ساتھ) ۱۵۳/۳۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الجهاد والسیر، باب قول الله ﴿وهو الذی کفّ أیدیهم عنکم﴾.

کے نیچے پناہ گیر ہوگئے، یہ کیفیت تھی کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں آواز دی، ہم حاضر خدمت ہوئے تو دیکھا کہ ایک اعرابی آپ کے سامنے بیٹھا ہوا ہے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ میں سورہا تھا کہ یہ شخص آیا اور میری تلوار کھینچ لی، میں بیدار ہوا تو تلوار کھینچے ہوئے میرے سر پر کھڑا تھا، اس نے کہا تمہیں مجھ سے کون بچا سکتا ہے؟ میں نے کہا اللہ! اس نے تلوار نیام میں کرلی (۱)، اس کے بعد بیٹھ گیا، اور یہ ہے وہ شخص جو تمہارے سامنے بیٹھا ہوا ہے۔'' راوی بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس کو کوئی سزا نہ دی۔ (۲)

رسول اللہ ﷺ کے حلم و بردباری کا یہ حال تھا کہ تمام صحابہ کرام کا حلم بھی مل کر آپ ﷺ کے برابر نہ تھا، حالانکہ سب صحابہ کرام حلم وسکینت کے حامل تھے، آپ ﷺ کی حیثیت ان تمام معاملات میں سب کے لیے ایک شفیق استاد اور رحمدل ومہربان مصلح ومربی کی تھی، اس کا ایک نمونہ ہمیں حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں نظر آتا ہے، وہ کہتے

(۱) اس موقعہ پر لفظ شامہ آیا ہے، جس کے دونوں معنی ہوسکتے ہیں (اس نے تلوار نیام میں کرلی) اور اس کے یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ اس نے تلوار کھینچی اور اس کو دیکھا۔ (ملاحظہ ہو: مجمع بحار الانوار)

(۲) صحیح البخاری، کتاب المغازی، باب غزوة بنی المصطلق.

ہیں کہ ”ایک مرتبہ ایک اعرابی نے مسجد میں پیشاب کر دیا، لوگ یہ دیکھ کر اس پر دوڑ پڑے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کو چھوڑ دو اور جہاں اس نے پیشاب کر دیا ہے اس پر ایک ڈول یا کچھ ڈول پانی کے بہادو، اور خیال رکھو کہ تم آسانی پیدا کرنے والے بنا کر بھیجے گئے ہو، تنگی و دشواری پیدا کرنے والے بنا کر نہیں (۱)۔“

معاویہ بن الحکم رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ نماز پڑھتا تھا کہ ایک شخص کو چھینک آئی میں نے کہا ”یرحمك اللہ“ لوگ یہ سن کر مجھے گھورنے لگے، میں نے کہا تمہاری ماں تم پر روئے، آخر کیا ہوا ہے کہ تم لوگ مجھے اس طرح تیز نگاہوں سے گھور رہے ہو، یہ سن کر لوگ اپنی رانوں پر ہاتھ مارنے لگے، جب میں نے محسوس کیا کہ وہ مجھے خاموش کرنا چاہتے ہیں تو میں چپ ہو گیا، جب رسول اللہ ﷺ نماز سے فارغ ہوئے تو میرے ماں باپ آپ پر قربان! میں نے نہ آپ ﷺ سے پہلے آپ ﷺ کی طرح کوئی مربی اور معلم دیکھا اور نہ آپ ﷺ کے بعد، خدا کی قسم نہ آپ ﷺ نے مجھے ڈانٹا، نہ مارا، نہ برا بھلا کہا، بس یہ فرمایا کہ نماز میں عام انسانی گفتگو مناسب نہیں ہوتی،

(۱) صحیح البخاری، کتاب الوضوء۔

نماز صرف تسبیح، تکبیر اور تلاوت قرآن کے لیے ہے(۱)۔''

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بہت رحمدل تھے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کوئی ضرورتمند آتا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے وعدہ ضرور کرتے اور اگر کچھ ہوتا تو اسی وقت اس کی حاجت پوری فرماتے، ایک بار نماز کھڑی ہو چکی تھی کہ ایک اعرابی آگے بڑھا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا کپڑا پکڑ کر کہنے لگا کہ میری ایک معمولی سی ضرورت باقی رہ گئی ہے، مجھے ڈر ہے کہ کہیں بھول نہ جاؤں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کے ساتھ تشریف لے گئے، جب اس نے اپنا کام کرلیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم واپس تشریف لائے اور نماز ادا فرمائی۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تحمل، قوت برداشت، کشادگی قلب اور صبر و عزیمت کے واقعات میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خادم حضرت انسؓ کی وہ شہادت ہے جو انھوں نے اس سلسلہ میں دی ہے، اس وقت وہ بہت کمسن تھے، انھوں نے کہا کہ ''میں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی دس سال خدمت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی ہوں بھی نہیں کیا، اور نہ یہ فرمایا کہ فلاں کام تم نے کیوں کیا اور فلاں کام تم نے کیوں نہ کیا؟(۲)۔''

(۱) صحیح مسلم، باب تحریم الکلام فی الصلاۃ۔

(۲) صحیح مسلم، باب حسن خلقه صلی اللہ علیه وسلم۔

حضرت سعاد بن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "میں رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور میرے کپڑے پر زعفران سے ملی ہوئی خوشبو کا نشان تھا، آپ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا "وَرَس وَرَس" [1] (پھینکو پھینکو) اور میرے پیٹ پر ایک چھڑی ماری جس سے مجھے تکلیف ہوئی میں نے کہا یا رسول اللہ ﷺ! میرا قصاص کا حق ہو گیا تو آنحضرت ﷺ نے شکم مبارک سے کپڑا ہٹا دیا اور فرمایا قصاص لے لو [2]۔"

آپ ﷺ کی تواضع

تواضع آپ ﷺ کے اندر انتہا درجہ کی تھی، اور آپ ﷺ کسی چیز میں نمایاں اور ممتاز ہونا پسند نہیں فرماتے تھے، اور نہ آپ ﷺ اس کو اچھا سمجھتے تھے کہ لوگ آپ ﷺ کے لیے کھڑے ہوں اور آپ ﷺ کی مدح و توصیف میں مبالغہ سے کام لیں جیسے گذشتہ امتوں نے اپنے انبیاء کے ساتھ کیا تھا، یا آپ ﷺ کو عبدیت اور رسالت کے درجہ سے بلند کریں، حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "ہم کو رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کوئی شخص محبوب نہ تھا، لیکن ہم آپ ﷺ کو دیکھتے اور اس خیال سے کھڑے

(۱) ایک زرد بوٹی جس سے کپڑا رنگا جاتا ہے۔
(۲) کتاب الشفاء، واضح رہے کہ یہ بات انھوں نے محبت میں کہی تھی، قصاص لینے کے لیے نہیں۔

نہیں ہوتے تھے کہ آپ ﷺ اس کو پسند نہیں فرماتے[1]۔"

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ "یَا خَیرَ البَرِیَّۃِ" (اے مخلوق میں سب سے افضل) آپ ﷺ نے فرمایا "ذَاکَ إِبرَاهِیمُ علیہ السلام" (یہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا مقام ہے)۔[2]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "میری اس طرح آگے بڑھ کر تعریف وتوصیف نہ کرو جس طرح نصاریٰ نے حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا، میں تو صرف ایک بندہ ہوں، تم مجھے اللہ کا بندہ اور اس کا رسول کہو[3]۔"

حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کو اس میں کوئی تکلف اور عار نہ ہوتا تھا کہ آپ ﷺ کسی غلام یا کسی بیوہ کے ہمراہ چلیں یہاں تک کہ اس کی ضرورت پوری ہوجائے[4]۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ "مدینہ کی لونڈیوں اور باندیوں

(۱) ترمذی (باب ماجاء فی کراهیة قیام الرجل للرجل) وبروایت مسند احمد ۳/۱۳۲۔

(۲) صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضل ابراهیم علیه السلام.

(۳) صحیح البخاری، کتاب الأنبیاء.

(۴) بیہقی (باب تواضع رسول الله صلی الله علیه وسلم).

میں سے کوئی آپ ﷺ کا ہاتھ پکڑ لیتی اور جو کچھ کہنا ہوتا کہتی اور جتنی دور چاہتی لے جاتی (۱)۔"

عدی بن حاتم الطائی رضی اللہ عنہ جب آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ ﷺ نے ان کو اپنے گھر بلایا، باندی نے تکیہ ٹیک لگانے کے لیے پیش کیا، آپ ﷺ نے اس کو اپنے اور عدی کے درمیان رکھ دیا اور خود زمین پر بیٹھ گئے، حضرت عدی رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ اس سے میں سمجھ گیا کہ آپ ﷺ بادشاہ نہیں ہیں (۲)۔"

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ بیمار کی عیادت فرماتے تھے، جنازہ میں شریک ہوتے تھے، اور غلام کی دعوت قبول فرماتے تھے (۳)۔"

حضرت جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کمزور کے خیال سے اپنی رفتار سست فرما دیتے تھے اور اس کے لیے دعا فرماتے تھے (۴)۔"

(۱) مسند احمد ۳/ ۱۹۸-۲۱۵، و جمع الفوائد، کتاب المناقب، باب صفاته و اخلاقه صلی اللہ علیه وسلم۔
(۲) زاد المعاد، ۱/ ۴۳
(۳) شمائل ترمذی، باب تواضع النبی صلی اللہ علیه وسلم.
(۴) الترغیب و الترهیب للمنذری.

حضرت انس ﷛ راوی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ جو کی روٹی اور ایسے سالن پر جس کا مزہ بدل چلا ہو، مدعو ہوتے تو بھی آپ ﷺ قبول فرماتے (۱)۔''

ان ہی سے روایت ہے کہ ''رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میں بندہ ہوں، بندہ کی طرح کھاتا ہوں، اور بندہ کی طرح بیٹھتا ہوں (۲)۔''

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷛ بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ میرے یہاں تشریف لائے، میں چمڑے کا تکیہ جس میں چھال بھری ہوئی تھی، آپ ﷺ کو پیش کیا آپ ﷺ زمین پر بیٹھ گئے اور تکیہ کو میرے اور اپنے درمیان رکھ دیا (۳)۔''

رسول اللہ ﷺ خود گھر کی صفائی فرمالیتے، اونٹ کو باندھ لیتے، اور اپنے جانور کو چارہ بھی دیتے، اپنے خدمت گار کے ساتھ کھانا تناول فرماتے اور آٹا گوندھنے میں اس کا ہاتھ بٹاتے، اور بازار سے سودا بھی لے آتے (۴)۔''

---

(۱) شمائل ترمذی، باب تواضع النبی صلی اللہ علیہ وسلم، ومسند احمد ۳/ ۲۱۱-۲۸۹۔

(۲) کتاب الشفاء، ص/ ۱۰۱۔

(۳) الادب المفرد، ص/ ۱۷۲۔

(۴) کتاب الشفاء، ص/ ۱۰۱، بروایت بخاری۔

شجاعت، دلاوری اور شرم وحیا

آپ ﷺ کی سیرت میں شجاعت ودلاوری اور شرم وحیا (جس کو بہت سے لوگ متضاد سمجھتے ہیں) کی یکساں نمود تھی، جہاں تک آپ ﷺ کی حیا کا تعلق ہے، حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ "آپ ﷺ پردہ نشین کنواری لڑکی سے زیادہ حیادار تھے، جب آپ ﷺ کو کوئی چیز ناگوار ہوتی تھی تو اس کا اثر آپ ﷺ کے چہرۂ مبارک سے ظاہر ہوجاتا تھا[۱]۔" شرم وحیا کی وجہ سے کسی کے روبرو ایسی بات نہ کہہ سکتے تھے جو اس کو ناگوار ہو، چنانچہ یہ کام کسی اور کے حوالے فرماتے، حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں ایک شخص تھا، جس کے کپڑوں پر زردی کا اثر غالب تھا، چونکہ آپ ﷺ کسی کے روبرو ایسی بات کہنا پسند نہیں فرماتے تھے جو اس کو ناگوار ہو، اس لیے جب وہ کھڑا ہوگیا تو آپ ﷺ نے لوگوں سے فرمایا کہ اچھا تھا اگر تم اس سے یہ کہتے کہ وہ زرد رنگ کا استعمال چھوڑ دے[۲]۔"

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ "جب آپ ﷺ کو کسی کے

(۱) صحیح بخاری، کتاب المناقب، باب صفۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔
(۲) شمائل ترمذی، باب خلق النبی صلی اللہ علیہ وسلم۔

متعلق کسی برائی کی اطلاع ملتی تو آپ ﷺ اس کا نام لے کر یہ نہ فرماتے کہ اس نے ایسا کیوں کیا، آپ ﷺ یوں فرماتے کہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایسا کہتے ہیں یا ایسا کرتے ہیں، آپ ﷺ اس کی مخالفت تو فرماتے لیکن کام کرنے والے کا نام ظاہر نہ فرماتے[(۱)]۔“

جہاں تک شجاعت و دلاوری کا تعلق ہے تو اس کے لیے شیر خدا حضرت علی مرتضٰی کرم اللہ وجہہ کی شہادت کافی ہے، وہ کہتے ہیں کہ ”جب زور کا رن پڑتا تھا اور معلوم ہوتا تھا کہ آنکھیں حلقوں سے باہر آجائیں گی تو اس وقت ہم رسول اللہ ﷺ کو آپ ﷺ کی پناہ لینے کے لیے ڈھونڈتے، اور یہ دیکھتے تھے کہ دشمن سے آپ ﷺ سے زیادہ کوئی قریب نہیں ہے، غزوۂ بدر میں ہمارا یہی حال تھا، ہم رسول اللہ ﷺ کی پناہ لے رہے تھے، اور آپ ﷺ دشمن سے ہم سب سے زیادہ قریب تھے[(۲)]۔“

حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ”رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ حسین و جمیل، سب سے زیادہ سخی و فیاض اور سب سے زیادہ شجاع و بہادر تھے، ایک رات اہل مدینہ خوفزدہ ہو گئے، اور جدھر سے

(۱) سنن ابی داؤد، باب حسن العشرۃ۔

(۲) کتاب الشفاء، ص/۸۹۔

آواز آئی تھی، ادھر لوگوں نے رخ کیا، راستے میں رسول اللہ ﷺ واپس تشریف لاتے ہوئے ملے، آپ ﷺ آواز سن کر ان سب سے پہلے وہاں تشریف لے گئے تھے، آپ ﷺ فرماتے جاتے تھے کہ ڈرو نہیں، ڈرو نہیں، آپ ﷺ اس وقت ابوطلحہ ؓ کے گھوڑے پر سوار تھے، جس پر زین بھی نہ تھا، تلوار آپ ﷺ کے شانے سے لٹک رہی تھی، آپ ﷺ نے گھوڑے کی تعریف کرتے ہوئے فرمایا کہ میں نے اس کو "سمند" کی طرح رواں اور تیز رفتار پایا(۱)۔"

غزوۂ احد اور غزوۂ حنین میں جب بڑے بڑے بہادر اور جگر دار تتر بتر ہو گئے تھے، اور میدان خالی تھا، اس وقت بھی آپ ﷺ اپنے خچر پر اسی سکون اور ثابت قدمی کے ساتھ اپنے مقام پر موجود تھے، معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بات ہی نہیں ہوئی، آپ ﷺ یہ رجز بھی پڑھتے جاتے تھے:

أَنَـا النَّبِيُّ لَا كَذِبُ   أَنَـا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبُ

(میں نبی ہوں یہ کوئی جھوٹ بات نہیں ہے، میں عبدالمطلب کا بیٹا ہوں)۔

(۱) الادب المفرد، ص/۴۶ بروایت صحیحین۔

شفقت ومحبت ورحمت عامہ

اس شجاعت وبہادری کے ساتھ آپ ﷺ بے حد نرم دل تھے، آپ ﷺ کی آنکھیں بہت جلد نم اور اشکبار ہوجاتیں، کمزور لوگوں اور بے زبان جانوروں تک کے ساتھ آپ ﷺ نرمی کا حکم فرماتے تھے، حضرت شداد بن اوسؓ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ اچھا معاملہ کرنے اور نرم برتاؤ کرنے کا حکم دیا ہے، اس لیے اگر قتل بھی کرو تو اچھی طرح کرو، ذبح کرو تو اچھی طرح کرو، تم میں سے جو ذبح کرنا چاہے وہ اپنی چھری پہلے تیز کرے اور اپنے ذبیحہ کو آرام دے[1]۔''

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ''ایک شخص نے ایک بکری زمین پر ذبح کرنے کے لیے لٹائی، اس کے بعد چھری تیز کرنا شروع کیا، رسول اللہ ﷺ نے یہ دیکھ کر فرمایا: کیا تم اس کو دو بار مارنا چاہتے ہو؟ اس کو لٹانے سے پہلے تم نے چھری تیز کیوں نہ کرلی[2]۔''

آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو جانوروں کو چارہ پانی دینے کی

(۱) مسلم، باب الأمر باحسان الذبح، (کتاب الذبح).

(۲) طبرانی اور حاکم کا قول ہے کہ یہ حدیث بخاری کی شرط پر صحیح ہے۔

ہدایت فرمائی اوران کو پریشان کرنے اوران کی طاقت سے زیادہ بوجھ لادنے کی ممانعت کی، اور جانوروں کی تکلیف دور کرنے اوران کو آرام پہنچانے کو باعث اجر وثواب اور تقرب الی اللہ کا ذریعہ قرار دیا، اوراس کے فضائل بیان فرمائے، حضرت ابو ہریرہؓ راوی ہیں کہ ''ایک شخص کہیں سفر پر تھا، راستہ میں اس کو سخت پیاس لگی، سامنے ایک کنواں نظر پڑا وہ اس میں اتر گیا جب باہر آیا تو دیکھا کہ ایک کتا پیاس کی شدت سے کیچڑ چاٹ رہا ہے، اس نے اپنے دل میں کہا کہ پیاس سے جو میرا حال ہو رہا تھا، یہی اس کا بھی ہے، وہ پھر کنویں میں اترا، اپنے چمڑے کے موزے پانی سے بھرے، پھر اپنے دانتوں سے ان کو دبایا اوراوپر آکر کتے کو پلایا، اللہ تعالیٰ نے اس کے اس عمل کو قبول فرمایا، اوراس کی مغفرت فرمادی، لوگوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ ! بہائم اور جانوروں کے معاملہ میں بھی اجر ہے، آپ ﷺ نے فرمایا: ہر اس مخلوق میں جو تروتازہ جگر رکھتی ہے، اجر ہے(۱)''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راوی ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ ایک عورت کو صرف اس بات پر عذاب دیا گیا کہ اس نے

(۱) صحیح البخاری، کتاب المساقاة، باب فضل سقی الماء، وصحیح مسلم، باب فضل سقی البهائم.

اپنی بلی کو کھانا پانی نہیں دیا اور نہ اس کو چھوڑا کہ وہ کیڑے مکوڑوں ہی سے اپنا پیٹ بھر لے[۱]۔"

حضرت سہیل بن عمرو رضی اللہ عنہ (اور ایک روایت میں ہے سہیل بن الربیع بن عمرو رضی اللہ عنہ) روایت کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ کا گذر ایک ایسے اونٹ پر ہوا جس کی پیٹھ لاغری کی وجہ سے اس کے پیٹ سے لگ گئی تھی، آپ ﷺ نے فرمایا: ان بے زبان جانوروں کے معاملہ میں اللہ سے خوف کرو، ان پر سواری کرو تو اچھی طرح، ان کو ذبح کر کے ان کا گوشت استعمال کرو تو اس حالت میں کہ وہ اچھی حالت میں ہوں[۲]۔"

حضرت عبداللہ بن جعفر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ ایک انصاری کے احاطہ میں داخل ہوئے، اس میں ایک اونٹ تھا، اس نے جب رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو وہ بلبلانے لگا، اور اس کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے، رسول اللہ ﷺ اس کے قریب تشریف لائے اور اس کے کوہان اور کنپٹیوں پر اپنا دست مبارک پھیرا، اس سے اس کو سکون ہو گیا، پھر آپ ﷺ نے پوچھا کہ اس اونٹ کا مالک کون ہے؟ ایک انصاری نوجوان آیا، اور اس نے کہا کہ یا رسول اللہ! یہ میرا ہے، آپ ﷺ

(۱) امام نووی بروایت مسلم۔
(۲) أبو داؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب.

نے فرمایا کہ تم اس جانور کے معاملہ میں جس کا مالک اللہ تعالیٰ نے تم کو بنایا ہے، اللہ سے نہیں ڈرتے، وہ مجھ سے شکایت کر رہا تھا کہ تم اس کو تکلیف دیتے ہو اور ہر وقت کام میں لگائے رکھتے ہو[1]۔"

حضرت ابو ہریرہ ﷛ بیان کرتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم کسی سرسبز جگہ جاؤ تو اونٹوں کو زمین پر ان کے حق سے محروم نہ کرو اور اگر خشک زمین میں جاؤ تو وہاں تیز چلو، رات کو پڑاؤ ڈالنا ہو تو راستہ پر نہ ڈالو، اس لیے کہ وہاں جانوروں کی آمد ورفت رہتی ہے، اور کیڑے مکوڑے وہاں پناہ لیتے ہیں[2]۔"

حضرت ابن مسعود ﷛ بیان کرتے ہیں کہ "ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ایک سفر میں تھے کہ آپ ﷺ ایک ضرورت کے لیے وہاں سے تھوڑی دیر کے لیے تشریف لے گئے، اس درمیان ہم نے ایک چھوٹی چڑیا دیکھی اس کے ساتھ دو بچے تھے، ہم نے دونوں بچے لے لیے، وہ یہ دیکھ کر اپنے پروں کو پھڑ پھڑانے لگی، آپ ﷺ تشریف لائے اور پوچھا کہ کس نے اس کے بچے چھین کر اس کو تکلیف پہنچائی ہے، پھر آپ ﷺ نے حکم دیا کہ اس کو بچے واپس کرو، یہاں ہم نے

(۱) أبو داؤد، باب ما یؤمر به من القیام علی الدواب.

(۲) مسلم، باب مراعاة مصلحة الدواب.

چونٹیوں کی ایک آبادی دیکھی اور اس کو جلا دیا، آپ ﷺ نے فرمایا اس کو کس نے جلایا ہے، ہم نے عرض کیا کہ ہم لوگوں نے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ آگ کا عذاب دینے کا حق صرف آگ کے رب کو ہے[1]۔''

خادم، نوکر اور مزدور کے ساتھ جو اور انسانوں کی طرح انسان ہیں، اور جن کا اپنے مالک اور آقا پر احسان ہے، آپ ﷺ نے حسن سلوک کی جو تعلیم دی ہے، وہ اس کے علاوہ ہے، حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جو تم کھاتے ہو وہی ان کو کھلاؤ، جو تم پہنتے ہو وہی ان کو پہناؤ، اور اللہ تعالیٰ کی مخلوق کو عذاب میں مبتلاء نہ کرو[2] جن کو اللہ تعالیٰ نے تمہارے ماتحت کیا ہے، تمہارے بھائی، تمہارے خادم اور مددگار ہیں، جس کا بھائی اس کا ماتحت ہو، اس کو چاہئے کہ جو خود کھاتا ہے وہی اس کو کھلائے، جو خود پہنتا ہے وہی اس کو پہنائے، ان کے سپرد ایسا کام نہ کرو جو ان کی طاقت سے باہر ہو، اگر ایسا کرنا ہی پڑے تو پھر ان کا ہاتھ بٹاؤ[3]۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''ایک اعرابی

---

(۱) أبو داؤد، كتاب الجهاد، باب كراهية حرق العدو بالنار.

(۲) بخاری، الادب المفرد، ص/۳۸۔

(۳) بخاری وابوداؤد۔

رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور پوچھا کہ میں اپنے نوکر کو ایک دن میں کتنی مرتبہ معاف کروں، آپ ﷺ نے فرمایا: ستر مرتبہ (۱)۔'' وہی بیان کرتے ہیں کہ ''رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ مزدور کو اس کی مزدوری اس کا پسینہ خشک ہونے سے پہلے دیدو (۲)۔''

کامل، عالمگیر اور لازوال نمونہ

اس باب کا اختتام حضرۃ الاستاد مولانا سید سلیمان ندویؒ کی مشہور کتاب ''خطبات مدراس'' کے ایک اقتباس وانتخاب پر کیا جارہا ہے، جس میں سید صاحب نے رسول اللہ ﷺ کے کامل، عالمگیر اور لافانی نقش حیات، آپ ﷺ کی جامعیت وکاملیت اور تمام طبقات انسانی نیز ہر ماحول، ہر زمانہ، ہر پیشہ اور ہر مشغلہ، غرض ہر قسم کے حالات اور ہر سطح ومعیار کے لیے آپ ﷺ کی کامل وجامع رہنمائی اور اسوۂ حسنہ کی نہایت مؤثر اور بلیغ انداز میں تشریح کی ہے، وہ لکھتے ہیں:

''ایک ایسی شخصی زندگی جو ہر طائفۂ انسانی اور ہر حالت انسانی کے مختلف مظاہر اور ہر قسم کے صحیح جذبات اور کامل

(۱) ترمذی وابوداؤد۔

(۲) ابن ماجه، أبواب الرهون (باب أجر الأجراء).

اخلاق کا مجموعہ ہو، صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اگر تم دولتمند ہو تو مکہ کے تاجر اور بحرین کے خزینہ دار کی تقلید کرو، اگر تم غریب ہو تو شعب ابی طالب کے قیدی اور مدینہ کے مہمان کی کیفیت سنو، اگر تم بادشاہ ہو تو سلطان عرب کا حال پڑھو، اگر تم رعایا ہو تو قریش کے محکوم کو ایک نظر دیکھو، اگر تم فاتح ہو تو بدر وحنین کے سپہ سالار پر نگاہ دوڑاؤ، اگر تم نے شکست کھائی ہے تو معرکۂ احد سے عبرت حاصل کرو، اگر تم استاد اور معلم ہو تو صفہ کے درسگاہ کے معلم قدس کو دیکھو، اگر شاگرد ہو تو روح الامین کے سامنے بیٹھنے والے پر نظر جماؤ، اگر تم واعظ وناصح ہو تو مسجد مدینہ کے منبر پر کھڑے ہونے والے کی باتیں سنو، اگر تم تنہائی اور بے کسی کے عالم میں حق کے منادی کا فرض انجام دینا چاہتے ہو تو مکہ کے بے یار ومددگار نبی کا اسوۂ حسنہ تمہارے سامنے ہے، اگر تم حق کی نصرت کے بعد اپنے دشمنوں کو زیر اور اپنے مخالفوں کو کمزور بنا چکے ہو تو فاتح مکہ کا نظارہ کرو، اگر تم اپنے کاروبار اور دنیاوی جدوجہد کا نظم و

نسق درست کرنا چاہتے ہو تو بنی نضیر، خیبر اور فدک کی زمینوں کے مالک کے کاروبار اور نظم ونسق کو دیکھو، اگر یتیم ہو تو عبداللہ اور آمنہ کے جگر گوشہ کو نہ بھولو، اگر بچہ ہو تو حلیمہ سعدیہ کے لاڈلے کو دیکھو، اگر تم جوان ہو تو مکہ کے ایک چرواہے کی سیرت پڑھو، اگر تم سفری کاروبار میں ہو تو بصریٰ کے کاروان سالار کی مثالیں ڈھونڈو، اگر تم عدالت کے قاضی ہو اور پنچایتوں کے ثالث ہو تو کعبہ میں نور آفتاب سے پہلے داخل ہونے والے ثالث کو دیکھو جو حجر اسود کو کعبہ کے ایک گوشہ میں کھڑا کر رہا ہے، مدینہ کی کچی مسجد کے صحن میں بیٹھنے والے منصف کو دیکھو جس کی نظر انصاف میں شاہ وگدا اور امیر وغریب سب برابر تھے، اگر تم بیویوں کے شوہر ہو تو خدیجہؓ اور عائشہؓ کے مقدس شوہر کی حیات پاک کا مطالعہ کرو، اگر تم اولاد والے ہو تو فاطمہؓ کے باپ اور حسنؓ وحسینؓ کے نانا کا حال پوچھو، غرض تم جو کچھ بھی ہو اور کسی حال میں بھی ہو تمہاری زندگی کے لیے نمونہ، تمہاری سیرت کی درستگی واصلاح کے لیے سامان، تمہارے

ظلمت خانے کے لیے ہدایت کا چراغ اور رہنمائی کو نور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی جامعیت کبریٰ کے خزانے میں ہر وقت اور ہمہ دم مل سکتا ہے، اس لیے طبقات انسانی کے ہر طالب علم اور نور ایمانی کے ہر متلاشی کے لیے صرف محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہدایت کا نمونہ اور نجات کا ذریعہ ہے، جس کی نگاہ کے سامنے محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت ہے، اس کے سامنے نوح وابراہیم، ایوب ویونس، موسیٰ وعیسیٰ علیہم السلام سب کی سیرتیں موجود ہیں، گویا تمام دوسرے انبیاء کرام کی سیرتیں، ایک ہی جنس کی اشیاء کی دوکانیں ہیں، اور محمد رسول اللہ ﷺ کی سیرت، اخلاق واعمال کی دنیا کا سب سے بڑا بازار ہے، جہاں ہر جنس کے خریدار اور ہر شئ کے طلبگار کے لیے بہترین سامان موجود ہے[۱]۔''

(۱) خطبات مدراس، ص/۹۶-۹۸۔

ہدیۂ درود وسلام

از

حضرت مولانا محمد ثانی حسنیؒ

درود وسلام

وہ رسالت مآبؐ اور شہِ دوجہاں
پاک نام آپ کا لے یہ گندی زباں
ہے مجال اس کی کیا اور جرأت کہاں
اک خیال آگیا اور آنسو رواں

سید وُلدِ آدمؑ وہ خیر الانام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

کیسا وہ جوہرِ فرد پیدا ہوا
سارے عالم میں پھیلی ہے اس کی ضیاء
گنگنانے لگے ہیں یہ ارض و سما
آگیا جانِ کون و مکاں آگیا

کہہ اٹھے یک زباں رات دن صبح وشام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

آمنہ کا وہ پیارا وہ درِّ یتیم
بے کسوں کا سہارا وہ لطفِ عمیم
سب کی آنکھوں کا تارا وہ ذاتِ کریم
جان و دل ماہ پارا وہ خلقِ عظیم

جس کی ہر ہر ادا واجب الاحترام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

جس کی آمد سے بادِ نسیم آگئی
رحمتِ حق کی ہر سو گھٹا چھاگئی
چھاگئی اور پھر نور برساگئی
غم کی ماری تھی دنیا سکوں پاگئی

زندگی بھر پلایا محبت کا جام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

کارواں گم تھا تاریک اور رات تھی
خوفناک ایک جنگل تھا برسات تھی
ساری دنیا تھی کیا بحرِ ظلمات تھی
بدحواسی تھی بگڑی ہوئی بات تھی

آگیا ظلمت شب میں ماہِ تمام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

زندہ درگور ہوتی تھیں اُف لڑکیاں
کفر خنداں تھا اور ظلم آتش فشاں
آگ کی ایک بھٹی بنا تھا جہاں
ظلم وہ! لے رہا تھا ہر اک سسکیاں

بخشی مردہ دلوں کو حیاتِ دوام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

جاہلیت میں عورت تھی اک جانور
ٹھوکریں کھاتی پھرتی تھی وہ در بہ در
راہ منزل سے اپنی تھی وہ بے خبر
کوئی اس کا نہ تھا، شام تھی بے سحر

عورتوں کو دیا حرّیت کا مقام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

جس نے کندن بنایا مسِ خام کو
جس نے قرباں کیا حق پہ آرام کو

صبح سے جس نے بدلا ہر اک شام کو
سارے عالم میں پھیلایا اسلام کو
جس پہ نازل ہوا ہے خدا کا کلام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

معجزہ جس کا ادنیٰ تھا شق القمر
جس کی آمد جہاں میں نسیمِ سحر
اس کی آمد نہ ہوتی جہاں میں اگر
ٹھوکریں کھاتی انسانیت در بہ در
لے کے آیا محبت کا دلکش پیام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

گالیاں جس نے دیں اس کو تحفے دیئے
زخم جس کے لگے زخم اس کے سیے
عافیت کی دعا مانگی سب کے لیے
کی جفا جس نے بدلے وفا سے دیئے
جس نے سب کو پلایا محبت کا جام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ خدا کا نبی خاتم المرسلیں
مطلع نور تھی جس کی پیاری جبیں
ذات ایسی ملے گی بتاؤ کہیں؟
ہو جو اتنی عظیم و وجیہ و حسیں

جسکی ہر بزم، جس کے سُبو جس کے جام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

جس پہ جانیں فدا، جس پہ قربان دل
آسمان و زمیں، رنگ و بو، آب و گِل
رہ گیا مٹ کے وہ، ہوگیا جو مُخِل
کفر بھی سرنگوں، شرک بھی ہے خجل

خاک پا کے برابر خواص و عوام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

جس کی آمد سے پہلے تھے گھر گھر صنم
مرکز شرک سارا بنا تھا حرم
رکھ دیئے شرک پر اپنے دونوں قدم
جس کی عظمت کے شاہد ہیں لوح وقلم

جس کا دونوں جہاں میں ہے اعلیٰ مقام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

پاک دامان و پاکیزہ قلب و نگاہ
اس کی عفت پہ اپنے پرائے گواہ
کیمیا بن گیا جس پہ ڈالی نگاہ
رکھ دیا میٹ کر ہر خطا و گناہ

وہ عفیف و کریم اور عالی مقام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

حسن ایسا نہیں جس کا کوئی جواب
وہ جبیں جو کہ ہے مطلع آفتاب
ایسے دنداں، ملی جن سے موتی کو آب
روئے انور کہ ہے گرد تک ماہتاب

حسن عالم اسی پر ہوا ہے تمام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ تبسم لبوں پر سراپا بہار
وہ تکلم کہ جیسے گلوں کا نکھار

کھل گئی جو کبھی زلف بھی ایک بار
ہوگئی پھر ہوا اور فضا مشکبار
جس کی ہر سانس پر ہے تصدق مشام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ رسولوں میں آخر جو مرسل ہوا
جس پہ قرآن سارا منزّل ہوا
جس کا ہر لفظ و جملہ مدلّل ہوا
دین اسلام جس پر مکمل ہوا
ہوگئے جس پہ دین وشریعت تمام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

تھا جہاں بحر ظلمات میں تہ نشیں
لات عزّیٰ کے آگے پڑی تھیں جبیں
اس پہ صدقے دیا ہم کو دین مبیں
اس نے بخشی ہمیں ایک شرعِ متیں
جس نے سب کو بتایا حلال وحرام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

بات مانی جنھوں نے ستائے گئے
آگ کے فرش پر کچھ لٹائے گئے
کھینچ کر کچھ سرِ دار لائے گئے
حق کی آواز پھر بھی لگائے گئے

تھے خُبیبؓ اور خبّابؓ جس کے غلام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ صُہیبؓ اور سلمانؓ و یاسرؓ، بلالؓ
زیدؓ و عمارؓ بھی خوش خیال و خصال
جن کو حاصل یقیں تھا تمام وکمال
جن پہ قربان شاہی جمال وجلال

ہیں اسی کے سبھی خوبرو مشک فام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

جن کی کوشش سے بادِ بہاری چلی
جن سے ہر شاخ گلشن کی پھولی پھلی
چٹکی اسلام کی جن سے ہر ہر کلی
وہ ابوبکرؓ و فاروقؓ و عثمانؓ علیؓ

جس کے ادنیٰ غلام فاتح مصر و شام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

فاطمہؓ پیاری بیٹی، حسینؓ وحسنؓ
پارۂ دل جگر گوشہ جزوِ بدن
جن سے آراستہ ہے نبی کا چمن
ہیں چمن کے گل و لالہ و نسترن

ایک ہے سیف حق ایک صلح تمام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ دیار نبیؐ رشک ارض و سما
پاک جس کی زمیں پاک جس کی فضا
جس کا شیریں ہے پانی معطر ہوا
خاک کو جس کی کہتے ہیں خاک شفا

شوق ہے اس کی جانب چلوں تیز گام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

رشک تجھ پر ہے مجھ کو بہت اے صبا
تو مدینہ کو جاتی ہے صبح و مساء

ایک میں ہوں سراپا گناہ و خطا
کاش مجھ کو بھی حاصل ہو خاکِ شفا
میرے لب پر یہی رات دن صبح وشام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

آتش شوق ہے تیز سے تیز تر
میں ہوں گرمِ سفر ہر نفَس ہر نظر
ہے حسیں رہ گزر عشق ہے راہ بر
روضۂ پاک ہے منزلِ معتبر
میری قسمت کہ ہوں زائر و ہم کلام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

دیر سے کہہ رہی ہے درود و سلام
آگیا اے زباں فدویّت کا مقام
اب نبیِ مکرّمؐ کا لے پاک نام
ہاں مگر با ادب اور بصد احترام
جس کے صدقے میں عالم کا سارا نظام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ حبیب خدا، طاہر و مصطفیٰ
قاسم و حامد و حجّت و مرتضیٰ
صادق و رحمت و طیب و مجتبیٰ
طٰہٰ، یٰسین، مکی، وہ خیر الوریٰ
وہ شفیع و منیر و شہید و امام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

وہ حجازی، تہامی، یتیم و غنی
وہ رؤف و بشیر و نذیر و نبی
وہ رسول و مذکّر، امیں ہاشمی
وہ ہے اُمی لقب ابطحی، متقی
جس کے محمود، احمد، محمد ہیں نام
اس پہ لاکھوں درود، اس پہ لاکھوں سلام

☆☆☆☆☆